معارف

جولائی ۲۰۱۵ء

مجلس دارالمصنّفین کا ماہوار علمی رسالہ

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

سالانہ زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ۲۸۰ روپئے۔ فی شمارہ ۲۵ روپئے۔ رجسٹرڈ ڈاک ۴۸۴ روپئے

دیگر ممالک میں سادہ ڈاک ۱۶۶۰ روپئے۔ دیگر ممالک رجسٹرڈ ڈاک ۱۷۸۰ روپئے

ہندوستان میں ۵ سال کی خریداری صرف ۱۳۰۰ روپئے میں دستیاب۔

(اوپر کی رقوم ہندوستانی روپئے میں دی گئی ہیں)

پاکستان میں ماہنامہ معارف کے لئے رابطہ کریں

سجاد الٰہی صاحب، 27-A لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور (پاکستان)

Tel: 0300 - 4682752, (R) 5863609, (O) 7280916

Email: abdulhadi_133@yahoo.com

سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں۔

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY, AZAMGARH

- زرتعاون ختم ہونے پر تین ماہ کے بعد رسالہ بند کردیا جائے گا۔
- معارف کا زرتعاون وقت مقررہ پر روانہ فرمائیں۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافے پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔
- کمیشن ۲۵ فیصد ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

مقالہ نگار حضرات سے التماس

- مقالہ صفحہ کے ایک طرف لکھا جائے۔
- حواشی مقالے کے آخر میں دیئے جائیں۔
- مآخذ کے حوالہ جات مکمل اور اس ترتیب سے ہوں: مصنف یا مؤلف کا نام، کتاب کا نام، مقام اشاعت، سن اشاعت، جلد یا جزاور صفحہ نمبر۔

عبدالمنان ہلالی (جوائنٹ سکریٹری/منیجر) نے معارف پریس میں چھپوا کر
دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

دار المصنّفین شبلی اکیڈمی کا علمی و دینی ماہنامہ

معارف

جلد نمبر ۱۹۶ ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق ماہ جولائی ۲۰۱۵ء عدد ۱

دار المصنّفین شبلی اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر: ۱۹
شبلی روڈ، اعظم گڑھ (یوپی)
پن کوڈ: ۲۷۶۰۰۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

ایک طویل مدت تک ترک معاشرہ شدید انتشار کا شکار رہا۔ اسلام اور اسلامیت پسندی کے تعلق سے ترک عوام جن مشکلات اور مسائل سے دوچار تھے ان کے علاوہ عام زندگی میں بھی ان کو بے شمار دشواریوں کا سامنا تھا۔ مغرب نواز شہری ایلیٹ کے ایک مختصر سے گروہ کو تمام مراعات حاصل تھیں اور فوج کے اشتراک سے وہ ملک پر حکومت کرتے تھے۔ فوج کمالی وراثت کی خود ساختہ محافظ اور امین تھی اور تبدیلی کی ہر کوشش کو نہایت بے رحمی سے کچل دیتی تھی۔ کمالی وراثت کا خمیر اسلام دشمنی اور مذہب بیزاری سے اٹھایا گیا تھا جب کہ ترک عوام تاریخی طور پر مذہب کے بڑے خدمت گذار اور مذہب سے شدید جذباتی تعلق رکھنے والے رہے ہیں۔ عوامی امنگوں اور اس کے بالکل برعکس حکمرانوں کی پالیسیوں اور مقاصد کے درمیان پائے جانے والے اس گہرے تضاد نے گذشتہ تقریباً ایک صدی کے دوران ترک معاشرہ کو جس اذیت ناک کشمکش سے دوچار رکھا اس کا اندازہ کرنا زیادہ مشکل نہیں۔ جو لوگ حالات سے کسی قدر بھی واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مذہب سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے ترکوں کے لیے گذشتہ صدی کیسی سخت ابتلا اور آزمائش کی صدی رہی ہے۔

اس پس منظر میں جب ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی (آق پارٹی) نے رجب طیب اردگان کی قیادت میں کامیابی حاصل کی تو ترک معاشرہ کے لیے یہ تازہ ہوا کا جھونکا اور ایک نئی صبح کی نوید تھی۔ یہ ایک ایسی تبدیلی کی بشارت تھی جس کے زیر اثر ترک عوام کو اپنی زندگی اپنی مرضی اور اپنے معتقدات کے مطابق گذارنے کی آزادی ہوگی۔ یہ ایک انقلاب آفریں تاریخی لمحہ تھا۔ پروفیسر نجم الدین اربکان کی حکومت کو برخاست کرنے اور ان کی رفاہ پارٹی کو ممنوع قرار دیے جانے کے بعد اگست ۲۰۰۱ء میں رجب طیب اردگان اور عبداللہ گل نے آق پارٹی کی تشکیل کی تھی۔ یہ دونوں پروفیسر اربکان کے تربیت یافتہ ہیں۔ اس مختصر مدت میں آق پارٹی کی کامیابیوں اور حصولیابیوں کی فہرست بہت طویل ہے۔

اس پس منظر میں ۷؍جون کو ترکی میں منعقد ہونے والے پارلیمانی انتخابات کے نتائج چونکا دینے والے ہیں۔ عام طور پر یہ سمجھا جارہا تھا کہ گذشتہ تین انتخابات کی طرح آق پارٹی یہ الیکشن بھی واضح اکثریت سے جیت جائے گی۔ صدر رجب طیب اردگان دستور میں جس نوعیت کی بنیادی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں اس

کے لیے ان کو پارلیامنٹ میں دو تہائی اکثریت کی ضرورت تھی۔ ماضی میں پارٹی کی کارکردگی دیکھتے ہوئے یہ ہدف کچھ ایسا ناممکن بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اس سے پہلے کے تین انتخابات میں پارٹی نے ہر بار پہلے سے زیادہ ووٹ حاصل کیا تھا۔ ۲۰۰۲ء میں اسے 34.3 فی صد ووٹ ملے تھے۔ ۲۰۰۷ء میں ووٹ میں پارٹی کا حصہ بڑھ کر 46.6 فی صد ہو گیا اور ۲۰۱۱ء میں 49.9 فی صد۔ ابھی کچھ ہی پہلے ترکی کے پہلے براہ راست صدارتی انتخاب میں رجب طیب اردگان اپوزیشن کے متحدہ امیدوار اکمل الدین احسان اوغلو کے مقابلہ میں آسانی سے الیکشن جیت گئے تھے۔ صدر مملکت کی مقبولیت اور ماضی میں پارٹی کی غیر معمولی کارکردگی کے پیش نظر موجودہ نتائج حد درجہ حیران کن ہیں۔ ۵۵۰ سیٹ کی پارلیمان میں آق پارٹی کو صرف ۲۵۸ نشستیں ملیں اور ان کو ملنے والے ووٹ کا تناسب 40.9 فی صد رہا۔ چنانچہ ۲۰۱۱ء کے الیکشن کے مقابلہ میں پارٹی کو ملنے والے ووٹ میں ۹ فی صد کی کمی آئی۔ اس طرح وہ حکومت سازی کے لیے درکار ۲۷۶ نشستوں کی سادہ اکثریت حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ملک کی دوسری بڑی پارٹی ری پبلیکن پیوپلز پارٹی (CHP) نے 25.25 فی صد ووٹ حاصل کیے اور ۱۳۲ نشستوں پر کامیاب رہی۔ ۲۰۱۱ء میں اسے 25.98 فی صد ووٹ ملے تھے اور اس نے ۱۳۵ نشستیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح اس الیکشن میں اس کو بھی کسی قدر نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کے مقابلہ میں چھوٹی پارٹیوں نے کہیں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ نیشنلسٹ موومنٹ پارٹی (MHP) کی نشستیں ۵۳ سے بڑھ کر ۸۰ ہو گئیں۔ کرد نواز پیوپلز ڈیموکریٹک پارٹی (HDP) کی کارکردگی سب سے زیادہ حیران کن رہی۔ یہ پارٹی پہلی بار پارلیامنٹ میں ۸۰ نشستوں کے ساتھ داخل ہوئی۔

ان نتائج سے یہ سمجھنا کہ ترک عوام نے آق پارٹی کو مسترد کر دیا ہے اور اب قوم کو صدر اردگان پر اعتماد باقی نہیں رہ گیا ہے سادہ لوحی ہوگی۔ آق پارٹی اب بھی سب سے بڑی پارٹی ہے اور اس کے پاس سادہ اکثریت سے صرف چند نشستیں کم ہیں۔ البتہ یہ بات واضح ہے کہ عوام کی نگاہ میں پارٹی بعض غلطیوں کی مرتکب ہوئی ہے۔ چنانچہ ان نتائج کو ووٹرس کی طرف سے وارننگ کہا جا سکتا ہے۔ ایک ترک مبصر نے اسے پیلے کارڈ سے تعبیر کیا ہے جو کھیل میں وارننگ کے طور پر کھلاڑی کو دکھایا جاتا ہے۔ آق پارٹی کو بے رحمی سے اپنا احتساب کرنے کی ضرورت اور اس کے نتیجہ میں اگر سمت سفر میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو تو بلا تاخیر اس پر عمل ہونا چاہیے۔ یہ سوال بہت اہمیت کا حامل ہے کہ قوم نے جس پارٹی کو اپنا نجات دہندہ سمجھا تھا اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا۔ کچھ باتیں تو بظاہر واضح ہیں۔ غلط یا صحیح گذشتہ دنوں کرپشن کے کئی معاملات سامنے آئے اور اس میں حکمراں پارٹی

کے بعض اہم عناصر کو ملوث بتایا گیا۔صدر اردگان پارلیمانی نظام حکومت کی جگہ صدارتی نظام حکومت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔اس سلسلہ میں بہت سے حلقوں میں شدید تحفظات پائے جاتے ہیں۔گذشتہ دنوں ترک میڈیا میں صدارتی محل اور اس میں فراہم کی جانے والی سہولیات کی نسبت سے بحث وتمحیص کا بازار گرم رہا۔حیرت انگیز معاشی استحکام آق پارٹی کا ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔پچھلے دنوں مختلف اسباب وعوامل کی وجہ سے معیشت کی کارکردگی بھی کسی قدر متاثر ہوئی ہے۔کچھ پہلے حکومت نے کرد مسئلہ کو حل کرنے کی سنجیدہ کوشش کی تھی لیکن اسے اس کے منطقی انجام تک پہنچائے بغیر بیچ ہی میں چھوڑ دیا گیا۔فطری طور پر اس سے کردوں میں مایوسی اور بے چینی پیدا ہوئی۔اس کا پورا فائدہ کرد نواز HDP نے اٹھایا اور پہلی ہی کوشش میں ۸۰ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔صدر کے طریق کار اور انداز حکمرانی سے مخالفین کو ان کے اوپر آمریت پسندی کا الزام لگانے کا موقع ملتا ہے۔ان میں سے کتنی باتیں صحیح ہیں اور کتنی غلط اس کا فیصلہ آسان نہیں۔لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ اس قسم کی باتوں سے رائے عامہ کی تشکیل پر اثر پڑتا ہے۔چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی مل کر کسی بڑی تبدیلی کی پیش خیمہ بن جاتی ہیں۔بظاہر ترکی کے حالیہ انتخابات میں یہی ہوا ہے

پارلیمنٹ میں پہنچنے والی مختلف پارٹیوں کی نظریاتی اساس کو دیکھتے ہوئے مشترکہ حکومت کی تشکیل کے لیے جس باہمی اعتماد کی ضرورت ہے اس کا حصول آسان نہیں ہے۔ترکی اور دنیا بھر کے مبصرین اس سلسلہ میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کررہے ہیں اور مختلف النوع قسم کے ممکن الوقوع منظر نامے پیش کررہے ہیں۔امکان یہی ہے کہ جس طرح MHP کے تعاون سے اسپیکر کے انتخاب میں آق پارٹی نے کامیابی حاصل کی اسی طرح حکومت سازی کا مرحلہ بھی طے ہوجائے گا اور اگر ایسا نہ ہوا اور تازہ انتخابات کی نوبت آئی تو اس کا فائدہ آق پارٹی کو ہی ملے گا۔عالم اسلام کے موجودہ حالات کے پس منظر میں یہ ضروری ہے کہ نہ صرف اس وقت آق پارٹی حکومت سازی کی کوششوں میں کامیاب ہو بلکہ وہ آیندہ اپنے بل بوتے پر حکومت بنائے اور اس کی قیادت میں ترکی میں سیاسی اور معاشی استحکام نیز مذہب کی طرف واپسی کے مقاصد کی تکمیل ممکن ہوسکے۔اس وقت عالم اسلام کے تاریک اور انتہائی مایوس کن ماحول میں ترکی ہی امید کی ایک کرن کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے۔دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کے دفاع میں صرف ایک مضبوط آواز ہے اور وہ آواز ترکی کی ہے۔عالم اسلام کے حکمرانوں میں مسلمانوں کے مسائل پر پوری جرأت اور بے باکی سے بولنے والے صرف ترک صدر اردگان ہیں۔مسلم ملکوں میں ترکی ایک ماڈل کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا۔اس تجربہ کو مکمل کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہیے۔

مقالات

امام ابن حجر عسقلانیؒ اور عینیؒ کے مناقشات اور علامہ سعیدی کے تبصرے (نعمۃ الباری رنعم الباری کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

کتب حدیث میں امام بخاری کی ''الجامع الصحیح'' المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ و سننه و ایامه کو خاص امتیاز حاصل ہے اسی وجہ سے علماء نے اس کی شروح اور اس کے مشکل مقامات کی تفہیم کے لیے خصوصی کاوشیں کی ہیں، عربی کے علاوہ اردو زبان میں اس کی متعدد مختصر اور مفصل شروح منظر عام پر آئیں (۱)، ان میں شارحین کی نکتہ سنجی اور تحقیقی نکات اپنی جگہ، مگر ان سب شارحین کا فتح الباری (م ۸۵۲) اور عمدۃ القاری (م ۸۵۵) سے اخذ و استفادہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اردو زبان کی شرحوں میں ایک نعمۃ الباری رنعم الباری ہے شارح کا نام غلام رسول سعیدی ہے (۲)۔ وہ اس سے قبل شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن لکھ کر علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان کے متین علمی اسلوب اور افکار و مسائل جدیدہ پر گہری نظر کے علاوہ علمی دنیا پر متقدمین سے اخذ و استفادہ کے منہج کے گہرے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ متقدمین کی عبارات کو انھوں نے جوں کا توں قبول نہیں کیا بلکہ ان اساطین علم پر نقد و جرح کا فریضہ بھی انجام دیا مگر اس نہج سے کہ ان کی مسلمہ امامت و سیادت علمی پر حرف نہ آئے۔ عصری بے لگام تحقیق میں متقدمین کی تنقیص کیے بغیر لکھنے اور گفتگو کرنے کے فریضہ کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا، لیکن علامہ سعیدی نے متقدمین کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا، ان کی تحقیقات سے بہ کثرت استفادہ کیا

ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد۔

اور بشری کمزوریوں پر نقد کیا۔

اس شرح کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ علامہ عینی اور ابن حجر عسقلانی میں جو معاصرانہ چشمک اور فقہی مذاہب میں اختلاف کی بنا پر مسائل اور تحقیقات میں اختلاف واقع ہوا، اس کی تنقیح علمی و تحقیقی انداز میں کی گئی ہے۔ علامہ سعیدی نے دونوں اکابر کے اقوال نقل کرنے کے بعد ان میں محاکمہ بھی کیا۔ یہ علمی طرز، بخاری کے حوالہ سے، دوسری شرحوں میں نہیں ملتا۔ انہوں نے تحقیق کے اصولوں کی پاس داری اور اعتدال و توازن دونوں کو نبھانے کا حق ادا کیا۔ ایک حدیث کی شرح کے بعد لکھتے ہیں: ''ہم عینی کے محب اور ان کے حامی ہیں اور حتی الامکان ان کا دفاع کرتے ہیں لیکن ان کی محبت ہمیں حق سے عدول اور تجاوز پر نہیں ابھار سکتی، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا (المائدہ: ۸) کسی قوم کی عداوت تمہیں بے انصافی پر نہ ابھارے۔

اس لیے اس بحث میں ہم علامہ عینی کی تائید اور نصرت سے قاصر رہے۔ (۳)

دوسری حقیقت کا اظہار علامہ سعیدی نے ان الفاظ میں کیا:

''حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاص الاعتراض کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اپنی دانست کے مطابق علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات لکھ دیے ہیں، لیکن میں نے جس قدر اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، اکثر مقامات پر تو حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اعتراضات کو من و عن نقل کر دیا ہے اور جواب نہیں لکھا۔ اور بعض جگہ انہوں نے علامہ عینی کے اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں تاہم ان کے جوابات علامہ عینی کے اعتراضات کو دور نہیں کر سکے، اس کے باوجود حافظ ابن حجر نے درشت کلامی سے کام لیا اور علامہ عینی کو علم حدیث سے نابلد قرار دیا، حالانکہ حافظ ابن حجر خود علم صرف، علم نحو اور علم لغت میں علامہ عینی کے علوم فاضلہ کے مقابلے میں بالکل کورے اور نابلد ہیں اور علامہ عینی کے اعتراضات کے جواب میں وہ بالکل عاجز اور بے بس دکھائی دیتے ہیں''۔ (۴)

گویا اس شرح میں اگر علامہ سعیدی نے یہ شکوہ کیا ہے کہ علامہ عینی نے شدت سے کام لیا اور ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا تو دوسری طرف اس امر کا اظہار بھی ضروری سمجھا کہ علامہ ابن حجر کی

رائے درست ہے۔ان دونوں کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ صحابی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہوتو احناف کا نقطۂ نظر کیا ہے۔ابن حجر نے احناف کا موقف نقل کیا کہ اس صورت میں ''عمل کے موافق عمل کیا جائے گا'' اس پر علامہ عینی نے غصہ میں آکر یہ جملے تحریر کیے: ''میں کہتا ہوں اس قائل (ابن حجر) کو فقہائے احناف کے قواعد کا صحیح ادراک ہوتا اور اس نے ان کے قواعد کو سمجھا ہوتا تو اس سے یہ کلام صادر نہ ہوتا لیکن عدم فہم اور تعصب اس کو اس سے بھی زیادہ خبطی بات کرنے پر ابھارتا ہے''۔(۵)

علامہ عینی رضاعت کی مدت کی بحث میں علامہ ابن حجر کو جواب دیتے ہوئے آغاز کلام یوں کرتے ہیں: ''میں کہتا ہوں سبحان اللہ! یہ نیند میں ڈوبے ہوئے شخص کا نتیجہ فکر ہے''۔(۶)

علامہ عینی کے سخت جملے جو علامہ سعیدی نے نقل کیے، ملاحظہ کرنے کے بعد، علامہ سعیدی کے جملے ملاحظہ فرمائیں جو علامہ ابن حجر کی تائید میں لکھے:

''میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ جواب نہایت قوی ہے اور شاید علامہ عینی حنفی کو یہ علم نہیں تھا کہ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ کرمان سے صحیح البخاری کے سماع کے لیے مصر آئے تھے، ورنہ وہ یہ غلط بات نہ لکھتے، تاہم علامہ عینی کا حافظ ابن حجر پر یہ قرض باقی ہے کہ علامہ کرمانی نے اپنی شرح میں یہ ذکر نہیں کیا امام نسائی نے اس تعلیق کی سند موصول کے ساتھ روایت کی ہے اور علامہ عینی کا یہ اعتراض بھی باقی ہے کہ حافظ ابن حجر کا امام نسائی کی روایت پر مطلع نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرے بھی امام نسائی کی اس روایت پر مطلع نہ ہوں''۔(۷)

امامین کے علمی وفکری مناقشات کے مابین محاکمہ میں علمی اسلوب اس شرح کی خوبی ہے جس سے ہر دور کے علمی وفکری ارتقاء کا پتا چلتا ہے اور یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اہل علم ودانش سے دنیا خالی ہوتی ہے نہ ان کی ہر بات حتمی ہوتی ہے۔مناقشات اور محاکمات لغوی، ادبی، فقہی، اصول حدیث، ترجیح وتطبیق شروح بالغہ پر نقد ہر جہت سے ہیں۔امامین کے مناقشات اور علامہ سعیدی کے محاکمات کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔اس جہت سے نعمۃ الباری/نعم الباری کی تمام جلدیں دیکھی جائیں تو ایک ضخیم مقالہ تیار ہوسکتا ہے۔

۱۔حدیث بریرہ (۸) میں ''لو راجعته'' کے الفاظ پر امامین کی بحث اور علامہ سعیدی کا محاکمہ ملاحظہ فرمائیں:

اس حدیث میں مذکور ہے: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بریرہ ؓ سے فرمایا: ''لو راجعتيه'' یعنی کاش! تم اس سے رجوع کرلیتیں، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے کہا کہ سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے ''لو راجعتيه'' (اس میں یا کا اضافہ ہے)۔(۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: یہ لغت ضعیفہ ہے اور سنن ابن ماجہ میں یہ اضافہ ہے کہ مغیث تمہارے بیٹے کا باپ ہے، اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت بریرہ ؓ کا حضرت مغیث ؓ سے بیٹا بھی ہو چکا تھا۔(۱۰)

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر سنن ابن ماجہ میں یہ ثابت ہے کہ راوی نے یہ الفاظ کہے ہیں ''لو راجعتيه'' تو یہ لغت ضعیفہ نہیں ہے بلکہ لغت فصیحہ ہے کیونکہ اس حدیث کا راوی تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہے۔(۱۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: یہ روایت صحیح نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ سنن ابن ماجہ کی روایت کو دوسری احادیث صحیحہ پر ترجیح دی جائے۔(۱۲)

علامہ سعیدی امامین کے مناقشہ پر یوں محاکمہ کرتے ہیں: میں کہتا ہوں: سنن ابن ماجہ ۲۰۷۵ کے راوی حضرت ابن عباس ؓ ہیں اور ان کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہ گمان درست نہیں کہ انہوں نے لغت ضعیفہ کو نقل کیا ہو، اس لیے علامہ عینی کا یہ کہنا درست ہے کہ یہ لغت ضعیفہ نہیں بلکہ لغت فصیحہ ہے، باقی رہا یہ کہ دوسری کتاب صحاح میں راجعته بغیر یاء کے مذکور ہے تو اس لیے سنن ابن ماجہ کی روایت دیگر احادیث صحیحہ پر راجح ہے تو حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ جواب درست نہیں ہے اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ لو راجعته بغیر یاء کے اور لو راجعتيه یاء کے ساتھ دونوں لغت فصیحہ ہوں۔(۱۳)

۲۔کتاب الطلاق کے باب يايها النبي لم تحرم ما احل الله لك کی حدیث ۵۲۶۷ کی تشریح کرتے ہوئے فتواصیت کی وضاحت ابن حجر نے یہ کی کہ یہ لفظ المواصاة سے ماخوذ ہے۔(۱۴)

علامہ بدرالدین عینی نے اس پر لکھا کہ:

یہ غلط ہے بلکہ یہ لفظ التواصی (باب تفاعل) سے ماخوذ ہے اور جو شخص باب تفاعل اور باب مفاعلہ میں فرق نہیں کرسکتا وہ کیسے صحیح البخاری کی شرح لکھنے کے لیے میدان میں اتر آیا۔(۱۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے انتقاض الاعتراض ج ۲، ص ۳۰۳ میں علامہ عینی کے اس اعتراض کو نقل تو کیا مگر اس کا کوئی جواب نہیں لکھا۔

علامہ سعیدی لکھتے ہیں کہ باب مفاعلہ کا خاصہ ہے کہ ہر ایک فعل میں مشترک ہو، اس تقدیر پر المواصاۃ کا معنی ہوگا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ کو مشورہ دیا اور حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو مشورہ دیا، یہ حافظ ابن حجر کی شرح ہے۔ نیز اگر یہ لفظ باب مفاعلہ سے ہوتا تو پھر یہ صیغہ وَاصَیْتُ ہوتا جب کہ حدیث میں یہ لفظ تواصیت ہے جو کہ باب تفاعل سے ماخوذ ہے اور باب تفاعل کا خاصہ ہے کہ دو فریق فعل میں مشترک ہوں اور اس تقدیر پر تواصیت کا معنی ہوگا کہ یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے یہ مشورہ کیا اور یہ علامہ عینی حنفی کی شرح ہے اور یہی صحیح ہے۔

حافظ ابن حجر لفظ فتواطیت کی شرح میں لکھتے ہیں:

ہشام کی روایت میں ہے: فتواطیت طاء کے ساتھ ہے اور یہ المواطاۃ سے ماخوذ ہے، اس کے آخر میں ہمزہ ہے جس میں تسہیل کی گئی ہے اور وہ یاء ہوگیا۔(۱۶)

(علامہ عینی لکھتے ہیں:) یہ بھی غلط ہے بلکہ یہ لفظ التواطؤ سے ماخوذ ہے۔(۱۷)

علامہ سعیدی لکھتے ہیں التواطؤ کا معنی موافقت ہے یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے مشورہ میں موافقت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے اور یہی صحیح ہے، کیونکہ اگر یہ لفظ المواطاۃ سے ماخوذ ہوتا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے تو اول تو یہ لفظ واطیت ہوتا جب کہ حدیث میں یہ لفظ تواطیت مذکور ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ باب تفاعل سے ہو، اس لیے علامہ عینی نے جو لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ صیغہ کی تحقیق میں علامہ عینی نے اس شرح میں متعدد مقامات پر حافظ ابن حجر کی غلطی نکالی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چند کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کو علم حدیث اور علم رجال پر بہت عبور تھا۔ وہ وسیع مطالعہ اور

متبحر محدث تھے، لیکن وہ علم صرف میں ماہر نہیں تھے اور اس میدان میں علامہ عینی کا پلہ ہمیشہ ان سے بھاری رہا۔

سعیدی کہتے ہیں حافظ ابن حجر نے علامہ عینی کے اس اعتراض کو انتقاض الاعتراض میں نقل بھی نہیں کیا۔(۱۸)

۳۔کتاب فضائل القرآن کے باب کیف نزول الوحی و اول مانزل میں لفظ نزل پر امامین کا مناقشہ اور علامہ سعیدی کا محاکمہ ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابوذر کے نسخہ کے علاوہ دوسرے نسخوں میں کیف نزول الوحی جمع کے صیغہ کے ساتھ مذکور ہے۔(۱۹)

علامہ بدرالدین محمود ابن عینی حنفی حافظ ابن حجر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گویا انہوں نے یہ گمان کیا کہ لفظ نزول جمع ہے، کیونکہ یہ علوم عربیہ سے واقف نہیں ہیں اور یہ ان کی فاش غلطی ہے۔نزول کا لفظ مصدر ہے اور اس کا باب ہے نَزَلَ یَنْزِلُ نُزُوْلاً اور صحیح البخاری کی ابتدا میں نزول وحی کی کیفیت کا بیان ہو چکا ہے اور یہ بیان بھی ہو چکا ہے کہ سب سے پہلے کیا چیز نازل ہوئی۔(۲۰)

علامہ سعیدی اس پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی ایسے عظیم محدث اور محقق سے یہ مخفی نہیں ہوسکتا کہ لفظ نزول، نزل ینزل کا مصدر ہے اور حیرت یہ ہے کہ علامہ عینی سے یہ مخفی رہا کہ فاعل کی جمع فعول کے وزن پر بھی آتی ہے جیسے ضارب کی جمع ضروب ہے اسی طرح نازل کی جمع نزول ہے، سو حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا بالکل درست ہے کہ نزول جمع کا صیغہ ہے اور ان کی مراد یہ ہے کہ وحی کے متعدد نزول ہیں۔(۲۱)

۴۔صحیح بخاری کے امتیازات میں احادیث کی ابواب سے مناسبت بھی ہے۔اس مناسبت کی تلاش میں اہل علم کی تگ ودو علمی وتاریخی حیثیت کی حامل ہے۔باب کیف بدء الوحی کی احادیث سے مناسبت ہے۔

امام ابن حجر لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اس باب کو" انما الاعمال بالنیات " کی حدیث سے شروع کیا اور ہرقل کے آخری معاملہ پر ختم کیا ہے گویا امام بخاری نے کہا کہ اگر ایمان لانے کے لیے اس کی نیت صادق تھی تو وہ کامیاب ہے ورنہ وہ ناکام اور نامراد ہے اور یوں اس حدیث کی باب سے مناسبت ظاہر ہوگئی۔ (۲۲)

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی (م ۸۵۵ھ)، اس حدیث کے عنوان باب سے موافقت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ایسے متعدد جملے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص پر وحی کی جاتی ہے، اس کو کیسی صفات کا حامل ہونا چاہیے، مثلاً یہ کہ اس کا نسب اپنی قوم میں سب سے افضل ہو، اس قوم میں اس سے پہلے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو، اس نے اس سے پہلے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو اور اس کے متبعین کبھی اس کے دین کو ناپسند کرکے اس سے نہ پھریں، اور یہ "بدء الوحی" کے ساتھ واضح مناسبت ہے نیز ہرقل کو جو مکتوب بھیجا گیا تھا اس میں جو آیت مذکور ہے اور اس باب کے شروع میں جو آیت مذکور ہے، دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر دین کو قائم کرنے اور کلمۂ توحید کا اعلان کرنے کے لیے وحی نازل فرماتا رہا ہے۔

ان دونوں اقوال پر علامہ سعیدی لکھتے ہیں: حافظ ابن حجر اور حافظ عینی دونوں نے بہت عمدہ مناسبت بیان کی ہے لیکن حافظ عسقلانی کی مناسبت باب کی پہلی حدیث کے ساتھ ہے اور حافظ عینی کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ ہے اور مطلوب یہی ہوتا ہے کہ باب کی حدیث کی مناسبت باب کے عنوان کے ساتھ بیان کی جائے، سو اس اعتبار سے حافظ عینی کی شرح حافظ عسقلانی کی شرح پر فائق ہے۔

علامہ عینی نے حدیث مذکور کی عنوان باب کے ساتھ جو مناسبت بیان کی ہے، وہ عمدہ مناسبت ہے لیکن اتنی عمدہ بھی نہیں ہے کیونکہ علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ جن پر وحی کی جاتی ہے، ان کی کیسی صفات ہونی چاہئیں، گویا اس حدیث کی وحی کے ساتھ مناسبت ہے لیکن اس کے باب کا عنوان صرف وحی نہیں بلکہ "بدء الوحی" ہے اور ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ "بدء" کا معنی ظہور اور غلبہ ہے اور اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کے ظہور

اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ابوسفیان نے کہا جب ہرقل نے کہا، جو کہا اور وہ اس مکتوب کو پڑھنے سے فارغ ہوگیا تو اس کے پاس بہت شور ہوگیا اور آوازیں بلند ہوگئیں اور ہم کو نکال دیا گیا، جب ہم کو نکال دیا گیا تو میں نے اپنے اصحاب سے کہا: ابو کبشہ کے بیٹے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا معاملہ بہت عظیم ہوگیا، اس سے سفید فام قوم کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے، پھر مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ عنقریب وہ غالب ہوجائیں گے حتی کہ اللہ نے میرے دل میں اسلام داخل کردیا، سو حدیث کے ان جملوں میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ وحی کی جہت سے تھا، سو میرے نزدیک اس حدیث کی عنوان باب کے ساتھ موافقت اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں وحی کے ظہور اور غلبہ کا ذکر ہے اور اس کے باب کا عنوان بھی ''بدء الوحی'' ہے یعنی وحی کا ظہور اور غلبہ اور یہ وہ نکتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف میرے دل میں القاء کیا ہے اور تمام شارحین میں صرف مجھ پر اللہ کی یہ نعمت ہے، جس کو میں نے ''نعمۃ الباری'' میں درج کیا ہے۔(۲۳)

۵۔ امام ابن حجر عسقلانی نے کتاب الادب کے باب قول اللہ تعالیٰ: واجتنبوا قول الزور کی شرح کرتے ہوئے لکھا: ''اور علامہ کرمانی کو اس مقام پر خبط ہوا'' (۲۴)۔ علامہ سعیدی نے اس مقام پر ابن حجر کے سخت الفاظ پر علامہ عینی کے تبصرہ کو نقل کیا اور علامہ کرمانی کی اصل عبارت نقل کی تاکہ جو غلط فہمی امام ابن حجر کو ہوئی وہ دور ہوسکے۔ علامہ سعیدی کے اس اسلوب تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ متقدمین کی کتابوں میں ''نقل شدہ'' عبارتوں کو ان کے صحیح پس منظر میں دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کرنا چاہیے۔ ''خبط'' پر علامہ عینی کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

''حافظ ابن حجر عسقلانی کو کئی وجوہ سے خبط ہوا ہے، اول اس وجہ سے کہ انھوں نے علامہ کرمانی کے متعلق ادب کو ترک کردیا، حالانکہ علامہ کرمانی (م ۷۸۶ھ) علامہ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) پر اسلام میں اور علم میں اور تصنیف میں مقدم ہیں۔ اور دوسری اس وجہ سے کہ انہوں نے علامہ کرمانی کا کلام اس طرح نہیں نقل کیا جس طرح میں نے نقل کیا ہے بلکہ اس میں ان کو خبط ہوگیا ہے انہوں نے کہا کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ میں اس سند کو بھول گیا تھا تو مجھے ایک مرد نے وہ سند یاد دلائی یا ارادہ کیا کہ ایک عظیم مرد نے وہ سند یاد دلائی جس پر تنکیر کی تنوین دلالت کرتی ہے۔ پس تم غور کرو ان دونوں کلاموں کی طرف، پس غور کرنے والا جان لے گا کہ خبط کس

کو ہوا ہے اور تیسرا خبط اس وجہ سے ہے کہ حافظ ابن حجر نے سمجھا کہ وہ اس دوسرے مرد کی مدح کر رہے ہیں اور اس طرح نہیں ہے، بلکہ علامہ کرمانی کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی مدح کر رہے ہیں یا اس مرد کی مدح کر رہے ہیں جس نے ان کو یہ سند سمجھائی''۔(۲۵)

ان سطور میں اہل علم سے اختلاف اور اختلاف رائے کا احترام نفیس اور عمدہ طریق سے بتایا گیا ہے۔

۶۔بعض اوقات علامہ سعیدی امامین کی شروح میں سے کسی ایک کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں، اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔کتاب الاطعمہ کی حدیث کہ آپ کی آل نے تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اس کے تعلق سے ابن حجر عسقلانی نے لکھا:

''زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ پیٹ بھر کر اس لیے نہیں کھاتے تھے کہ آپ کے پاس کھانے کی چیزیں کم ہوتی تھیں۔علاوہ ازیں کبھی آپ کھانے کی چیزیں تو پاتے تھے لیکن دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے اور کتاب الرقاق میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی''۔(۲۶)

علامہ عینی کی شرح یہ ہے۔

''علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ وجہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی چیزیں میسر نہیں تھیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ آپ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے تھے یا اس لیے کہ آپ کے نزدیک پیٹ بھر کر کھانا مذموم تھا اور فضیل بن عیاض نے کہا ہے کہ سیر ہو کر کھانا مذموم اور باعث ملامت ہے اور امام شافعیؒ نے تصریح کی ہے کہ بھوکے رہنے سے بدن کا تزکیہ ہوتا ہے اور حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا کھانا کم ہو اس کا پیٹ تندرست رہتا ہے اور اس کا دل صاف رہتا ہے اور جس کا کھانا زیادہ ہو، اس کا پیٹ بیمار رہتا ہے، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔اور روایت ہے کہ زیادہ کھانے سے اور زیادہ پینے سے اپنے دلوں کو مردہ نہ کرو اور علامہ زمخشری نے ربیع الابرار میں حضرت مقدام بن معدی کرب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی ابن آدم کا بھرا ہوا برتن اس سے زیادہ شر نہیں ہے جو اس کا بھرا ہوا پیٹ ہو، پس مرد کے لیے کافی یہ ہے کہ وہ اتنا کھائے کہ جس سے اس کی پیٹھ اور پشت قائم رہے''۔(۲۷)

اب علامہ سعیدی کی ترجیح ملاحظہ ہو:

اس حدیث میں ہے: سیدنا محمد ﷺ کی آل نے تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں، ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کے پاس کھانے کی قلت تھی اور دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں دوسروں کو دے دیتے تھے۔ علامہ عینی نے پہلی وجہ سے اختلاف کیا اور فرمایا ہے کہ صحیح وجہ یہی ہے کہ آپ کھانے پینے کی چیزیں دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور علامہ عینی کی بیان کردہ وجہ زیادہ راجح ہے اور نبی ﷺ کی سیرت کے زیادہ مشابہ اور زیادہ مناسب ہے، کیونکہ آپ کی سیرت یہی تھی کہ آپ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دیتے تھے اور خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلاتے تھے۔ علامہ عینی کی شرح میں رسول اللہ ﷺ کی زیادہ تعظیم ہے اور رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبت کا اظہار ہے۔ لہٰذا حافظ ابن حجر کی شرح کی بہ نسبت علامہ عینی کی شرح نہایت نفیس اور عمدہ ہے۔ (۲۸)

۷۔ علامہ سعیدی نے علامہ عینی کے بے جا اعتراضات کا ذکر بھی کیا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

قبر پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ امام عینی نے لکھا کہ اس سے مراد قضائے حاجت کے لیے بیٹھنا ہے اور قبر پر بیٹھنا جائز ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ جیسا کہ امام طحاویؒ نے کہا ہے۔ (۲۹)

علامہ سعیدی اپنا تجزیہ یوں پیش کرتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا موقف اور علامہ نووی کی نقل صحیح ہے اور علامہ عینی اور امام طحاوی کو اس مسئلہ میں خطا ہوئی ہے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب وہ نہیں ہے جو علامہ عینی اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے، بلکہ ان کے نزدیک قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے فقہائے احناف کی مشہور اور متداول کتب بدائع الصنائع، محیط برہانی، تبیین الحقائق، البحر الرائق اور فتاویٰ عالم گیری کے حوالوں سے بلکہ خود علامہ عینی کی عمدۃ القاری کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں''۔ (۳۰)

۸۔علامہ سعیدی کو بعض مقامات پر یہ بھی شکوہ ہے کہ علامہ عینی نے مذہب حنفی کا اظہار درست طور پر نہیں کیا۔اس شکوہ میں خود کی رائے پر کچھ ناز بھی آ گیا ہے۔لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے ہمیں بہت مایوس کیا۔ایسا لگتا ہے کہ علامہ عینی علامہ ابن ملقن اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تاویلات سے مرعوب ہو گئے اور وہ ان کی تاویلات کا رد کرنے پر قادر نہ ہو سکے، کاش! وہ بھی ان کی تاویلات کا اس طرح رد کر دیتے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نور الٰہی سے مصنف پر فیضان کیا اور اس نے ان دونوں عظیم شافعی فقیہوں کی تاویلات کا رد کیا اور ان کے تار عنکبوت کو توڑ دیا۔و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء میں اگرچہ علامہ عینی کے علم کے مقابلے میں ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ وسعت نظر دی کہ میں ان بزرگ شافعی فقیہوں کی تاویلات کا رد کروں اور فقہائے احناف کے مسلک کو اجاگر کروں۔یہ میرا کمال نہیں دراصل میرے مولیٰ کا کمال ہے۔(۳۱)

درج بالا مثالوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں:

۱۔ امامین کی شروح میں باہم علمی اعتراضات کی نوعیت دیکھنے کی ضرورت ہے۔دونوں کی طرف سے جو جوابات سامنے آئے ان کے تجزیاتی مطالعہ پر مبنی نعمۃ الباری پہلی شرح ہے۔

۲۔ شارحین بخاری کے ہاں مختلف مسائل پر اختلافات کو بھی ان دونوں شروح کی روشنی میں جانچا اور پرکھا جانا چاہیے۔

۳۔ ان شرحوں میں لغوی،صرفی ونحوی اختلافات کا کتب لغت اور صرف نحو کی روشنی میں تجزیہ بھی مفید عمل ہے۔

۴۔ نعمۃ الباری/نعم الباری،شروح حدیث میں ایک موسوعۃ کی حیثیت رکھتی ہے اور اس لائق ہے کہ اس پر مقالات لکھے جائیں۔

۵۔ علامہ سعیدی کے تجزیاتی اسلوب کی روشنی میں طلبہ کو علم حدیث میں کام کرنے کی تربیت دی جائے۔تا کہ اعتدال وتوازن کی فکر پروان چڑھے۔

حوالہ جات/حواشی

(۱) بخاری کی شروح پر غزالہ حامد کی کتاب ’’شروح بخاری‘‘ میں بخاری کی ۲۰۶ شروح کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

یہ کتاب ۱۹۹۱ء میں ادارہ ثقافت اسلامیہ سے شائع ہوئی۔ چند قابل ذکر شروح درج ذیل ہیں:

۱۔شرح صحیح البخاری: ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف (م ۴۴۹ھ)۔ ۲۔کشف المشکل علی صحیح البخاری: علامہ عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی (م ۵۹۷ھ)۔ ۳۔بہجۃ النفوس: ابومحمد عبداللہ بن ابی حمزۃ الاندلسی (م ۶۹۹ھ)۔ ۴۔فتح الباری: ابن رجب حنبلی (م ۷۳۶ھ)۔ ۵۔الکواکب الدرری شرح البخاری: محمد بن یوسف کرمانی (م ۷۸۶ھ)۔ ۶۔التوضیح لشرح الجامع الصحیح: ابوحفص عمر بن علی المعروف بن ابن الملقن (م ۸۰۴ھ)۔ ۷۔فتح الباری: ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)۔ ۸۔عمدۃ القاری: علامہ بدرالدین محمود بن احمد (م ۸۵۵ھ)۔ ۹۔ارشاد الساری: علامہ احمد قسطلانی (م ۹۱۱ھ)۔ ۱۰۔اردو زبان میں لامع الدراری (شیخ رشید احمد گنگوہی م: ۱۳۲۳ھ)، فیض الباری (شیخ انور شاہ کشمیری م: ۱۳۵۲ھ)، تفہیم البخاری (علامہ تقی عثمانی) اور نعمۃ الباری (از علامہ غلام رسول سعیدی) معروف ہیں۔

(۲) علامہ سعیدی کے احوال حیات اور علمی خدمات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: شگفتہ جبین اور راقم کا مقالہ مشمولہ ضیائے حرم، نومبر ۲۰۱۴ء، ص ۴۳ و مابعد۔ (۳) سعیدی غلام رسول، نعمۃ الباری، فرید بک اسٹال لاہور، ج ۴، ص ۶۴۴۔ (۴) سعیدی غلام رسول، نعمۃ الباری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء، ج ۱۰، ص ۴۱۴۔ ۴۱۵، (ص ۴۱۱ پر بھی ایسی عبارت ہے)۔ (۵) ایضاً، ج ۹، ص ۴۸۷۔ (۶) ایضاً ص ۴۸۷۔ (۷) ایضاً، ص ۷۰۰۔ (۸) کتاب الخلع، باب شفاعۃ النبی ﷺ فی زوج بریرۃ، رقم الحدیث ۵۲۸۳۔ (۹) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۲۰۷۵۔ (۱۰) عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، دار المعرفہ بیروت، ۱۴۲۶ھ، ج ۶، ص ۴۸۷۔ (۱۱) عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۲۰، ص ۳۸۲۔ (۱۲) عسقلانی، ابن حجر، انتقاض الاعتراض فی الرد علی العینی فی شرح البخاری، مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۸ھ، ج ۲، ص ۳۰۷۔ (۱۳) نعم الباری، ج ۱۰، ص ۱۰۹۔ (۱۴) فتح الباری، ج ۶، ص ۴۵۲۔ (۱۵) عمدۃ القاری، ج ۲۰، ص ۳۴۴۔ (۱۶) فتح الباری، ج ۶، ص ۴۵۶۔ (۱۷) عمدۃ القاری، ج ۲۰، ص ۳۴۴۔ (۱۸) نعم الباری، ج ۹، ص ۶۷۷۔ (۱۹) فتح الباری، ج ۶، ص ۱۵۳۔ (۲۰) عمدۃ القاری، ج ۲۰، ص ۱۷۔ (۲۱) نعم الباری، ج ۲۰، ص ۶۱۔ (۲۲) فتح الباری، ج ۱، ص ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ (۲۳) نعمۃ الباری، ج ۱، ص ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ (۲۴) فتح الباری، ج ۷، ص ۱۸۲۔ (۲۵) عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۲۰۵۔ (۲۶) فتح الباری، ج ۶، ص ۵۶۵۔ (۲۷) عمدۃ القاری، ج ۲۱، ص ۴۱۔ (۲۸) نعم الباری، ج ۱۱، ص ۲۰۹۔ (۲۹) ایضاً، ج ۳، ص ۵۴۰۔ (۳۰) ایضاً۔ (۳۱) ایضاً، ج ۹۔ ص ۲۱۸۔

معاصر فارسی اور اردو لغات
”فرہنگ آنندراج“ اور ”نور اللغات“
کا تقابلی مطالعہ

از ڈاکٹر راہی فدائی

اردو کی کہاوت ہے ”اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی“۔ یہ مثل اس شخص کے بارے میں کہی جاتی ہے جس کا کوئی قول و فعل صحیح نہ ہو اور اس کے حرکات و سکنات بے ڈھنگے ہوں۔ مسرورؔ نے کیا خوب کہا ہے:

چرخ کج رو کے تو حق میں یہ مثل سیدھی ہے
اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی ہے (۱)

مذکورہ ضرب المثل خود زبان اردو پر صادق آتی ہے۔ یہ اس لیے کہ صدیاں گزرنے کے باوجود نہ اس کے قواعد پوری طرح منضبط ہوئے ہیں اور نہ اس کے املا پر مکمل اتفاق رائے حاصل ہو سکا ہے۔ مثال کے طور پر علامت مفعول ”کو“ کا استعمال کرتے ہوئے کہا جائے کہ میں چنائی کو گیا تھا یا میں چنائی گیا تھا، بچہ کو اٹھاؤ یا بچہ اٹھاؤ، بستے کو اٹھاؤ یا بستہ اٹھاؤ۔ میں نے اس کو کہا تھا یا میں نے اس سے کہا تھا، مذکورۂ بالا جملے ”کو“ کے ساتھ صحیح ہیں یا ”کو“ کے بغیر یا دونوں بیک وقت درست ہیں۔ اگر آخر الذکر فیصلہ ٹھیک ہے تو ترجیح کس کو دی جائے گی، کون سا جملہ فصیح کہلائے گا اور کیوں؟ اسی طرح دیے، لیے، گئے، نئے وغیرہ الفاظ کا املا ہمزہ کے ساتھ مناسب ہے یا بغیر ہمزہ کے؟ ایسے کئی سوالات تا حال تسلی بخش جواب کے منتظر ہیں۔ یہاں یہ بات غور طلب

بنگلور۔

ہے کہ ہمارے نزدیک اردو کے قواعد ہوں یا الفاظ کا استعمال اور تذکیر و تانیث کا معاملہ ہو، قیاسی اور سماعی کے مرہون منت ہیں، مگر ان دونوں میں حقیقتاً توازن و اعتدال کی روش قدرے کم ہے۔ یہی معاملہ ''لغات'' کا بھی ہے، اردو کی کوئی فرہنگ کامل و مکمل نہیں تاہم جس قدر بھی لغات بازار میں دستیاب ہیں ان سے متوسط درجے کا طالب علم فیض یاب ہوسکتا ہے مگر اعلیٰ درجے کے طلبہ، اساتذہ، ماہرین و محققین کے لیے کسی ایک فرہنگ پر اکتفا کرنا ممکن نہیں، ادبی اور فنی کتب کے مطالعہ کے دوران اردو، فارسی، عربی بلکہ انگریزی ڈکشنریوں کو بھی اپنا جلیس بنانا پڑے گا تاکہ کسی مشکل لفظ یا نادر الاستعمال لفظ کے معنے تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ ہو۔ خصوصاً قدیم اردو جس کو دکنی سے موسوم کیا گیا ہے، مطالعہ میں اگر ہو تو اس کی فہمائش مہارت کے بغیر بڑی آزمائش کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ اہل علم کے درمیان مروجہ و متداول لغات دکنی الفاظ کے معانی بتلانے سے بالکل قاصر ہیں حالانکہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ دکنی بھی اردو ہی ہے، کوئی علاحدہ زبان نہیں، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ ترقی یافتہ و شگفتہ اردو زبان کی ابتدائی شکل و صورت، اسی طرح تھی جس طرح ہم حضرت گیسو درازؒ، امین الدین اعلیٰؒ، برہان الدین جانمؒ، نظامی بیدری، ملا وجہی، نصرتی، شاہی، فراقی، قربی وغیرہ بیسیوں دکنی اہل قلم کی تخلیقات میں موجود پاتے ہیں، دکنی زبان و ادب کے اقرار باللسان کے بعد ہی اردو پر ایمان بالجنان ثابت ہوتا ہے اور اردو کی تاریخ صدیوں پرانی اسی وقت ہوتی ہے جبکہ دکنی ادب کی تعلیم و تفہیم اس کے ساتھ مربوط ہو۔

ہمارے اکثر و بیشتر لغات نویس معنی کے اظہار میں مترادفات کے بیان ہی تک خود کو محدود کر لیتے ہیں اور اس کے مختلف و متنوع استعمال سے پہلوتہی کر جاتے ہیں، اگر معنے کے ضمن میں مثالیں دی جاتی بھی ہیں تو فقط اشعار پر اکتفا کیا جاتا ہے، ادیبوں کے نثری نمونوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ یہ رویہ شاید اس لیے روا رکھا گیا ہے کہ ان مولفین لغت کی نظر میں شعر بہر حال نثر کے مقابلے میں ارفع و افصح صنف ادب ہے۔ حالانکہ لغت نویسی کے وقت اس امتیاز کو ملحوظ رکھنا غیر ضروری ہے۔

راقم الحروف اس تمہید کے بعد فارسی اور اردو کے دو معاصر لغات ''فرہنگ آنندراج'' اور ''نوراللغات'' کا تقابلی مطالعہ اس لیے پیش کرنا چاہتا ہے کہ لغت نویسی کے کار پُر وقار میں

شدید محنت وریاضت کے ساتھ وسعت مطالعہ اور فکر اعلیٰ بھی ہو تو نتیجۂ عمل بے حد شاندار اور انتہائی خوش گوار ہوگا جو بالآخر کثیر الجہت افادہ کا باعث بن جائے گا۔

''فرہنگ آنند راج'' فارسی کی معتبر و مستند لغت ہے جو جنوبی ہند کے مشہور ساحلی شہر ''اسحاق پٹن'' معروف بہ ''ویسا کھا پٹنم'' (آندھرا پردیش) کے قریب واقع قدیم ریاست ''وجیانگرم'' میں تالیف کی گئی تھی۔ اس مقتدر فرہنگ کے مولف منشی محمد پادشاہ صاحب شاؔد ابن مولوی غلام محی الدین صاحب ہیں جن کی ولادت ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۵ء میں بہ مقام وجیانگرم ہوئی (۲)۔ وہ اردو، فارسی، عربی، تیلگو اور انگریزی کے ماہر تھے۔ یہی سبب تھا کہ ''وجیانگرم'' کے راجا مہاراج وجیا راما گجپتی راج نے ان کو اپنے دربار کا پہلے تو میر منشی مقرر کیا پھر ان کی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر اپنے مصاحبین خاص میں شامل کرلیا۔ انہوں نے ۱۲۷۹ھ مطابق ۱۸۶۲ء میں مہاراج کی معیت میں شہر بنارس کا سفر کیا، جہاں راجا کی بہت سی جائدادیں تھیں۔ بقول پروفیسر شمس الرحمن فاروقی:

> ''وزیانگرم کی کثیر املاک بنارس میں بھی تھی اور اس کا معتد بہ حصہ اب بھی باقی ہے۔ اس تعلق سے مہاراج کمار وزیانگرم کا قیام بنارس میں تادیر رہا کرتا''۔(۳)

منشی محمد بادشاہ نے اپنے قیام بنارس کے دوران وہاں کے صاحب کشف و کرامت بزرگ مولانا مفتی محمد رضا علی رضؔا بنارسی (۱۸۳۰ء۔ ۱۸۹۵ء) سے نسبت بیعت و ارشاد بھی قائم کرلی تھی۔ منشی موصوف نے اپنی فرہنگ مطبع نول کشور، لکھنؤ سے ۱۸۸۹ء سے ۱۸۹۶ء کے درمیان تین جلدوں میں چھپوائی اور اپنی اس گراں قدر تالیف کا نام اپنے محسن و مربی مہاراج آنند گجپتی راج بہادر متخلص بہ رشیؔد کے نام پر ''فرہنگ آنند راج'' رکھا۔ منشی بادشاہ نے کن اسباب وضروریات کے تحت اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صاحبِ ''استشہاد'' نے لکھا ہے:

> ''منشی بادشاہ کثیر المطالعہ تھے، ہر وقت آپ کے ہاتھوں میں کوئی نہ کوئی کتاب ضرور رہتی تھی، آپ ہمیشہ علم کے جویا اور عمل کے درپئے رہتے تھے،

تحقیق اور تلاش و تفتیش آپ کا محبوب مشغلہ تھا، کتب انگریزی کے مطالعہ کے دوران وبسٹر (WEBSTER) کی ڈکشنری نے آپ کی بھرپور رہنمائی کی تھی، اس کارآمد لغت سے آپ اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ نے یہ دیکھنا چاہا کہ فارسی اور عربی زبانوں میں بھی کوئی ایسی لغت موجود ہے جس سے ایک طالب علم کی علمی و ادبی اور فنی ضرورت کی تکمیل ہو اور اس کی متجسس نگاہوں کو لغات کے مطالعہ سے ایک گونہ سرشاری و سیرابی حاصل ہو۔ ''وبسٹر'' کے مماثل کی تلاش و جستجو میں منشی محمد باشا نے لغات کی وادیوں کی خاک چھانی، قاموس، صراح، بہارعجم، برہان قاطع، غیاث اللغات، فرہنگ انجمن آرائے ناصری، فرہنگ رشیدی، فرہنگ جہانگیری، ہفت قلزم، منتخب، کشف، مصطلحات وارستہ، کنز، مدار، مؤید الفضلا وغیرہ بیسیوں لغات کی ورق گردانی کی مگر کہیں گوہر مراد ہاتھ نہ لگا بلکہ مایوس و ناامیدی نے ذہن و دماغ کو ماؤف کر دیا، یہ اس لیے کہ کوئی بھی مشہور و متبادل لغات افراطِ محاورات و کثرت تمثیلات میں وبسٹر اور براؤنس (BROUNS) کے ہم پلہ تو کجا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ادبیات فارسی کی اس زبوں حالی کو دیکھتے ہوئے آپ کے دل میں یہ شدید خواہش رونمائی ہوئی کہ فارسی زبان میں ایک کامل و مکمل لغت کی تالیف کی جائے، جس میں فارسی، وعربی اور ترکی کے وہ تمام الفاظ جو ادبیات فارسی میں زیادہ یا کم مستعمل ہیں، صحیح تلفظ و صحیح محاورے کے ساتھ اندراج کیے جائیں اور ہر لفظ کی سند اساتذۂ سخن کے کلام سے فراہم کی جائے۔ آپ نے اپنی اس دلی تمنا کا ذکر آنندراج سے برسبیل تذکرہ کیا تو مہاراجا چونکہ خود بھی فارسی ادبیات کے ماہر و شاعر تھے، منشی پادشاہ کی تجویز سے بے حد خوش ہوئے اور باصرار یہ حکم صادر فرمایا کہ اس لاجواب و بے مثال تالیف کا کام جلد از جلد شروع کر دیا جائے۔ اس کارعظیم کے لیے مہاراج صاحب نے نہ صرف اپنا مالی تعاون پیش کیا اور بھرپور نصرت کی بلکہ خام مواد کی صورت میں ضروری وسائل بھی فراہم کیے''۔ (۴)

''نوراللغات'' اردو کی مستند و مایہ ناز لغت ہے جس کے مولف مولانا مولوی الحاج نورالحسن نیرؔ کاکوروی ہیں، آپ کے والد ماجد مشہور نعت گو شاعر وانشا پرداز حضرت مولانا محمد محسن کاکوروی (متوفی ۱۹۰۵ء) ہیں، نیرؔ کی ولادت بقول مالک رام بتاریخ ۷/شعبان ۱۲۸۲ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۱۸۶۵ء قصبۂ کاکوریؔ میں ہوئی اور وفات لکھنؤ میں ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۶/دسمبر ۱۹۳۶ء کو ہوئی اور تدفین جھنجھری روضہ کاکوری میں عمل میں آئی۔(۵) آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے زیر سرپرستی حاصل کی پھر مدرسہ میں داخل ہوکر دینی وعربی نصاب سے فارغ ہوئے۔ بعدازاں عصری تعلیم میں بی اے اور یل یل بی کی اسناد سے سرفراز کیے گئے۔شعروسخن کا ذوق ورثہ میں ملا تھا۔والدصاحب اور حضرت امیر مینائی (متوفی ۱۹۰۰ء) سے مشورۂ سخن کرتے رہے یہاں تک کہ خود استاذ سخن کے منصب پر فائز ہوگئے۔ مولانا نیرؔ نے ''نوراللغات'' کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے رقم کیا ہے:

> ''میں ہمیشہ سے زبان اردو کا دلدادہ ہوں اور مدت سے اس ضرورت کو محسوس کررہا ہوں کہ اردو زبان کا کوئی مکمل ومستند لغت تیار ہوجائے جس سے اہل ملک کوفائدہ پہنچے''امیر اللغات'' کی ترتیب کی خبر سننے پر جس قدر خوشی میرے دل کوہوئی، اتنی قلم سے ادانہیں ہوسکتی اور جب شائع ہوکر آئی اور میں نے مطالعہ کیا تو میری مٹی ہوئی امیدیں ابھریں''امیر اللغات'' کے پہلے حصہ کو میں نے بہت ہی ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا اور اس کی نسبت اپنی مختصر آزاد رائے ریویو کی صورت اخبار آزاد کو چھپنے کے لیے بھیج دی (جو امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے ساتھ شائع بھی ہوگئی) جس کے جواب میں امیرؔ مرحوم نے میری ناچیز رائے کی داددی، ۸/اگست ۱۸۹۹ء کوگرامی نامہ بھیجا......اس تحریر نے میری ہمت اور بڑھادی میرے دلی جوش میں اور ترقی ہوئی اور مجھ کورات دن تحقیق اردو کی دھن لگی رہی۔امیرؔ مرحوم کے وصال کے بعد مدتوں انتظار رہا کہ شاید مرحوم کے صاحبزادوں اور شاگردوں میں سے کوئی صاحب اس کام کا بیڑا اٹھائیں جس سے مرحوم کی روح کو خوشی اور ملک کی منتظر آنکھوں کو سرور ہو لیکن باوجود اہل

ہونے کے کسی صاحب نے اس کی ہمت نہیں کی۔

۱۹۱۴ء میں میرے بہت سے ذی علم احباب نے طرح طرح سے ہمت بڑھا کر مجبور کیا کہ میں باوجود پیشۂ وکالت اور دیگر مشاغل کے اس ذمہ داری کا بار اپنے سرلوں اور اپنے اوقات کا زیادہ حصہ اس نہات ضروری کام کے لیے وقف کردوں، میں نے عذرات کی لپیٹ میں اپنی حالت کا اظہار بہت کچھ کیا لیکن کچھ سماعت نہ ہوئی اور مجبور ہو کر تعمیل ارشاد کی کوشش کرنے لگا، اپنے کتب خانے کی موجودہ کتب کے علاوہ اس ضرورت کے لیے معتدبہ کارآمد کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور ایک خاص دفتر اس کا قائم کیا، محرر ملازم رکھے اور اس کا صرفہ اپنے ذمہ لیا اور الفاظ ومحاورات کو بترتیب حروف تہجی لکھنا شروع کردیا''۔(٦)

''فرہنگ آنندراج'' (فارسی) اور ''نوراللغات'' (اردو) تین تین ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ضخیم لغات ہیں اور یہ دونوں ایک ہی عہد میں کم وبیش پچیس تیس سال کے تقدم وتاخر کے ساتھ منظر عام پر جلوہ افروز ہوئیں۔ یہ وہ دور تھا جب کہ فارسی اور اردو دونوں زبانیں ملے جلے علمی ماحول میں شانہ بہ شانہ چل رہی تھیں۔ اسی لیے دونوں زبانوں کی تعلیم وتفہیم اور ان کے شعر وادب کی تشریح وتصریح کے لیے بہتر سے بہتر لغات کی ضرورت واہمیت یکساں محسوس ہورہی تھی چنانچہ مذکورہ دونوں لغات کا وجود اسی غرض وغایت کے تحت ہوا مگر تالیف لغت کے سلسلہ میں ''فرہنگ آنندراج'' (۱۸۸۹ـ۱۸۹۶ء) کو تقدم حاصل ہے علاوہ ازیں ان کی ترتیب وتدوین قدرے جدید اصول پر قائم کی گئی ہے۔ چونکہ اس کے مولف منشی محمد پادشاہ نے ضخیم وباوقار انگریزی لغت ''وبسٹر'' (Webster) کو اپنا رہنما بنایا تھا اس لیے انہوں نے پیش رو مولفین لغت کے مقابلے میں بہتر وعمدہ ترتیب کے ساتھ شستہ وشائستہ اور افادۂ عام کے طریقۂ کار کو اپنایا جس کے مقابلے میں صاحب ''نوراللغات'' کا تصور ونظر (Vision) محدود ان معنوں میں تھا کہ وہ فصحائے دہلی ولکھنؤ کے رائج الوقت سکوں کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں پاتے تھے، جیسا کہ آپ نے فرمایا:

''انہیں دونوں (دہلی اور لکھنؤ) مقاموں کے فصحا نے جن الفاظ اور محاورات کو

مستند کہہ دیا وہی مستند سمجھ لیے گئے اور جن کو متروک یا غیر فصیح قرار دے دیا وہ ٹکسال سے باہر ہوگئے۔روزمرہ کے محاورات بول چال میں آ گئے جن کا پتہ ان کی شاعری اور نثر کی تحریروں سے صاف مل رہا ہے۔اب مشکل یہ پڑ گئی کہ ہر ایک کے پاس نہ کوئی ایسا ذریعہ جس سے زبان اردو کی تحقیق ہو سکے نہ ایسی کوئی دستاویز جو اختلاف کی صورت میں دعوے کے غلط یا صحیح ہونے کا قطعی فیصلہ کرا سکے''۔(۷)

تاہم انہوں نے اس بات کی گنجائش رکھی کہ اصحاب علم وفضل اس لغت کے کمزور گوشوں کی طرف اشارہ کردیں تو وہ اس کی تصحیح کے لیے آمادہ ہوں گے، چنانچہ ان کا اعتراف ہے کہ ''وہی اس بات کی داد دے سکتے ہیں کہ میں نے کس قدر جانفشانی کی ہے اور میں کہاں تک اپنی محنت میں کامیاب ہوا ہوں، باوصف اپنی کوششوں کے میں اس کے لیے تیار ہوں کہ ارباب فہم کی سچی رائیں لینے اور ان رایوں کے ذریعہ سے تغیر وتبدل کرنے کے بعد اس کا ضمیمہ شائع کروں گا تاکہ یہ تالیف اردو کی مستند لغت ہو''۔(۸)

مولف موصوف کی مجبوریوں کا ادراک کرتے ہوئے پروفیسر تنویر احمد علوی رقم طراز ہیں:

''مولانا اردو کی تبدیلیوں سے واقف تھے،ان کو موقع موقع سے نوراللغات میں ظاہر بھی کردیا لیکن الفاظ کے اخذ وانتخاب میں انہوں نے متروک اور غیر متروک لفظوں ہی کو پیش نظر رکھا،مولانا کے سامنے لغات کی ترتیب وتالیف کے سلسلہ میں جو مشرقی یا شہری روایت تھی اس کے مقابلے میں ایک دوسری روایت شیکسپیئر،ٹیلر،فابس، پلاٹس اور فیلن کی قائم کردہ روایت تھی جسے ہم مغربی روایت بھی کہہ سکتے ہیں۔یہ نسبتاً زیادہ سائنٹیفک (Scientific) تھی اور اسے اردو یا ہندوستانی زبان کے ہندوی کردار کے ساتھ وابستہ کرکے دیکھا گیا تھا لیکن زبان کی نوک پلک پر زور دینے والوں نے اس کو درخور اعتنا نہیں سمجھا تھا،مولانا نورالحسن کا زاویۂ نگاہ بھی کچھ ایسا تھا اور اہل زبان کے حلقے میں جو معیار بندی اور امتیاز پسندی کا رویہ تھا،ان کی زبان قلم اس کی مقلد و پیرو کار رہی''۔(۹)

مذکورۂ بالا دونوں لغات کے تعلق سے تفصیلی موازنے کے بعد مزید وضاحت کے لیے

دونوں لغات میں سے چند اندراجات کو جگہ جگہ سے نموتناً پیش کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱۔فرہنگِ آنندراج: جلداول،ص:۵۷۔آفتاب،ف۔بمعنی جرم شمس،آفتاباں،جمع، شیخ شیراز

چناں نورانی از فرّ عبادت که گوئی آفتاباں اند وماہاں

وبمعنی شراب وبمعنی مطلق عکس وپرتو مجاز ست، وقیاس آں برمہتاب خطااست، زیرا کہ ”آف“ کلمہ علاحدہ نیست کہ کلمہ ”تاب“ ترکیب دادہ باشد چنانچہ کہ آفتاب دراصل ”آب تاب“ بودہ کہ بمعنی گرم کنندۂ آب باشد۔”با“ را بہ ”فا“ بدل کردند۔ وہم چنیں بعضے گمان بردہ اند برخلاف ”مہتاب“ کہ مرکب است ازتاب وماہ و”ماہ“ تنہا بمعنی قمر آمدہ واطلاق مہتاب بر ”قمر“ مجاز است۔از ”بہارعجم“ صاحب ”فرہنگ انجمن آرائے ناصری“ نوشتہ کہ آفتاب بمعنی تابشِ مہرست، زیرا کہ ”آف“ مطلق بمعنی مہر آمدہ چنانکہ ”مہتاب“ تابشِ ماہ را گویند“ انتہا۔چوں شمس درعربی مونث سماعی ست،فارسیاں نیز بایں لحاظ ”آفتاب“ را مونث بستہ اند۔سنائی گوید

مردے چناں شدازتو کہ درخویش نہ دید در سادگی مشابہتِ دختر آفتاب

ونزدارباب سلوک ازآفتاب ”روح“ مرادست وازمہتاب ”نفس“ وگویند روح دربدن بمنزلۂ آفتاب است ونفس بمنزلۂ مہتاب وآفتاب بمعنی روز ہم آمدہ است ومترادفات آفتاب ”آبگونِ صدف“ آبلۂ رخ فلک‘ابن صبح“ آتشِ بےدود، وغیرہ

مولف موصوف نے لفظ آفتاب کے مترادفات کے طور پر جملہ ایک سواٹھاسی نام گنوائے ہیں اور پھران کے محل استعمال کے شواہد بھی پیش کئے ہیں علاوہ ازیں آفتاب کی چھتیس تشبیہات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آفتاب سے متعلق چھتیس محاورات کا ذکر بھی کیا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ مؤلف نے ”بہارعجم“ سے استفادہ کرنے کے باوجود اس سے اختلاف بھی درج کیا ہے۔

نوراللغات،جلداول: ص:۱۱۸۔”آفتاب“(ف) ”آف“ سورج،”تاب“ چمک،بعض کہتے ہیں کہ ”آب تاب“ سے مرکب ہے یعنی پانی پر چمکنے والا،بعض کہتے ہیں کہ ”آفت آب“ بفکِ اضافت (اس وجہ سے کہ پانی کو بخارات کی صورت میں اڑاتا ہے)

۱۔لغوی معنی دھوپ ۲۔(اصطلاحی) سورج۔

دھوپ چہرے پہ تیرے، آنکھیں تری کیوں نہ ہوں سیاہ
ہوتا ہے آفتاب سے کالا ہرن کا رنگ (وزیرؔ)

۳۔صفت: مشہور۔کامل۔بلند مرتبہ۔

تعریف کس زبان سے کریں مغبچوں کی ہم
اے کیفؔ آفتاب ہے، یہ خانداں تمام (کیفؔ)

۴۔شراب:

ساقی قدحِ شراب دے دے مہتاب میں آفتاب دے دے (گلزارنسیمؔ)

۵۔خوبصورت، معشوق:

آتشؔ شب فراق میں پوچھوں گا ماہ سے
یہ داغ ہے دیا ہوا کس آفتاب کا (آتشؔ)

۶۔ گنجفے کی چھٹی باری کا پہلا پتّا جس سے دن کو کھیل شروع ہوتا ہے ؎

گنجفے کا شوق ہو تجھ کو جو اے خورشید رو آفتاب آسماں آئے بجائے آفتاب (بلالؔ)

مولف نوراللغات نے مذکورہ بالا معلومات بہم پہنچانے کے بعد آفتاب سے جڑی ہوئی اکیس کہاوتوں اور محاوروں کا ذکر کیا جن میں بیشتر آفتاب کے لغوی معنی پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً آفتاب ایک نیزے پر آنا، آفتاب برآمد ہونا، آفتاب بلند ہونا وغیرہ۔فرہنگ آنندراج میں گنجفے کا ذکر نہیں ہے مگر جس قدر معلومات کا اندراج وہاں پایا جاتا ہے نوراللغات میں اس کا عشر عشیر بھی ندارد۔

۲۔فرہنگ آنندراج: کی پہلی جلد بلا ارادہ کھولی گئی، اس میں لفظ اخوان نکلا، اس لفظ کے معنی بتاتے ہوئے مولف نے لکھا ہے:

اخوان ۔ بالکسر۔ ع۔ بمعنی برادران، ایں جمع اَخ است کہ دراصل اَخو بود، واو یکہ در واحد بجہت تخفیف حذف شدہ درحالت جمع عود کرد وایں بروزن فعلان بالکسر است چنانکہ غزلان، ومردان و تیجان جمع غزال ومرد وتاج پس کسانے کہ ''اخوان'' را بفتح خوانند خطا است۔غ۔

نوراللغات: اخوان ۔(ع بالکسر۔ سگے بھائی) اَخ کی جمع، مذکر۔ بھائی بند، بھائی۔

یہ لفظ عربی میں بضم اول وبکسر اول دونوں طرح ہے۔ ناواقف بفتحِ اول بولتے ہیں۔

''نوراللغات'' نے اخوان کی قرأت بضم اول جائز ہونے کی اطلاع دی ہے۔ یہ بات ''فرہنگ آنندراج'' میں نہیں ہے مگر فرہنگ آنندراج نے اپنی تشریح میں لفظ کی اصل اور صحیح وزن کی خبر مثالوں کے ساتھ دی ہے۔

۳۔فرہنگ آنندراج: اَخیار۔ بالفتح۔ ع۔جمع خَیر وخِیر۔ ہردو باشد۔ برگزیدگان، نیکوکاراں، ونیکاں ودر اصطلاح سالکان، ''اخیار'' آنرا گویند کہ ہفت تن انداز جملہ سی صد وپنجاہ وشش تن مردمانِ غیب۔ک۔

نوراللغات: اَخیار (ع۔بالفتح خیر کی جمع) مذکر بھلے لوگ

۴۔فرہنگ آنندراج: پلنگ۔بفتح اول بروزن خدنگ۔ف۔درندہ ایست معروف بتکبر موصوف۔مولف نے اس معنی کی مناسبت سے حکیم فرخیؔ کے دو شعر اور ارزقیؔ ومسعود سعدؔ کے شعر نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

''ودیگر چار پایۂ چوبیں بودو براں نشینند وجنبند وپیشتر درہندوستان متعارف است ومیانِ آں رابنوار ببافند ومحکم کنند وبکسر ثانی پیشِ آستانۂ خانہ ہانہایت ضخامت دیوار کہ برابرِ دَرواقع است گویند۔ونوعے ازرنگ کبوتر باشد۔ن ر''۔

مذکورہ لفظ کے متعلق دونوں لغات کے مشتملات کا فرق اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔

نوراللغات: پلنگ (ف۔بروزن خدنگ) ا۔مشہور درندے کا نام۔ ۲۔(ھ) بڑی چارپائی۔

۵۔فرہنگ آنندراج: دکن ودکھن۔بفتح اول وثانی نام ولایت ودیارِ معروف، ازطرف مشرق محدود است بدریا، ازمغرب بگجرات، وازشمال بدیار ہند، وازجنوب بہ ارضِ چینا پٹن بکسرِ جیم پارسی ونون مع الالف وبفتح بائے فارسی وتائے منقوطہ وسکونِ نون۔وآں ملک مشتمل است بر شش صوبہ وہر صوبہ محتوی بر بلاد بسیار وامصار بے شمار از اہالی اسلام، ملوک بہمنیہ دراں مدت ہا سلطنت داشتہ اند پس از ایشاں ملوک طوائف دراں جا حکمرانی کردند کہ آں را منسوب بہ دکن گفتہ۔

چرا دلم نبود عاشقِ ہوائے دکن کہ اندروست دو یارِ عزیز قبلۂ من

واز اعاظم سادات دراں ولایت سید محمد گیسودراز سادات حسینی اولاد سید نورالدین نعمت اللہ کرمانی ولی بودہ وسید رضا علی شاہ از اکملین اربابِ معارف دراں ولایت ۔ بولایت معروف ویکصد وچہل سال عمر داشتہ۔ن۔(۱۰)

نوراللغات: دکھن (ھ۔بتشدید کاف مفتوح وبروزن برتن ونیز کاف مکسور ونیز بغیر تشدید بروزن چمن) مذکر۔جنوب

چلے تھے بیخود اس کی دھن میں ہم کیا جانے کس جانب
وہ اتّر تھا کہ دکھن تھا وہ پورب تھا کہ پچھم تھا (داغ)

دکنی۔صفت۔جنوبی۔دکھنی مرچ۔مونث۔گول مرچ۔دکھنیری ۔دکھنائی (ھ) صفت۔جنوبی ہوا۔ یہاں پر ایک پُرلطف بات یہ بتانی ہے کہ پروفیسر گیان چند جین صاحب نے دکن کے حدود اربعہ کے تعلق سے دریافت کرتے ہوئے جناب علیم صبا نویدی صاحب کو خط لکھا تھا اورانہوں نے اپنے مراسلے میں یہ بھی سوال کیا تھا کہ مدراس (چنائی) دکن میں کیوں شامل نہیں ہے؟ مولف آنندراج کی وضاحت سے یہ مسئلہ خود بخود حل ہو گیا۔

راقم کی رائے میں اس موازنے سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ مولف ''نوراللغات'' کے پیش نظر جن مولفین کی لغتیں تھیں ان میں دکن میں تالیف کردہ مشہور زمانہ لغت ''فرہنگ آنند راج''،نہیں تھی۔

مآخذ

(۱) مولوی نورالحسن نیرؔ''نوراللغات'' قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،حکومت ہند مطبوعہ ۱۹۹۸ء جلد اول، ص:۴۴۴۔(۲) ڈاکٹر راہی فدائی ''استشہاد'' کرناٹک اردو اکادمی بنگلور مطبوعہ ۲۰۱۲ء ص:۴۳۵۔(۳) ایضاً ص:۴۳۷۔(۴) ایضاً،ص:۴۴۰/۴۴۱۔(۵) مالک رام،تذکرۂ ماہ وسال،مکتبۂ جامعہ لمیٹیڈ،نئی دہلی ۱۹۹۱ء ص:۳۹۸۔(۶) نوراللغات،ص:۱۶۔(۷) ایضاً،ص:۱۵۔(۸) ایضا،ص:۱۶۔(۹) ایضاً،ص:۷۔

(۱۰) منشی محمد بادشاہ مولف فرہنگ آنندراج،مطبع نول کشور لکھنؤ۔ ۱۸۹۴ء،ص:۸۳۔

صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی
ایک اشاریہ

جناب سید مسعود حسن

مولانا آزاد کے صدیق مکرم مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی ۵/جنوری ۱۸۶۷ء بھیکن پور میں پیدا ہوئے اور ۱۱/اگست ۱۹۵۰ء کو علی گڑھ میں وفات پائی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گذارا۔ وہ مذہبی علوم، تاریخ، فلسفہ، فقہ اسلامی، تذکرہ اور سوانح کے گراں قدر عالم اور صاحب تصنیف تھے۔ علمائے سلف اور نابینا علماء ان کی معرکتہ الآرا کتابیں ہیں۔ وہ صاحب طرز ادیب کے ساتھ اچھے خطیب بھی تھے۔ مطالعہ ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کی کتابیں اس مطالعہ کا حاصل ہوتی تھیں۔

انہوں نے بیس برس کی عمر میں شاعری شروع کی۔ ابتدا میں وامق اور بعد میں حسرت تخلص رکھا، اردو کلام بعنوان کاروان حسرت اور فارسی کلام بعنوان کاروان خیال طبع ہو چکا ہے۔

شروانی صاحب مسلمانوں کی بیشتر علمی، تعلیمی اور اصلاحی تحریکوں سے وابستہ رہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی اگزیکیٹو کونسل کے برسوں ممبر، فیکلٹی آف تھیالوجی کے پہلے (اور واحد) اعزازی ڈین رہے۔ یونیورسٹی نے ان کو ڈاکٹر آف تھیالوجی کی اعزازی ڈگری عطا کی، وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے (۱۸۸۶) کے طویل مدت تک جنرل سکریٹری بھی رہے۔ اس دوران انہوں نے کانفرنس کا فیض ہندوستان کے ہر گوشے میں پہنچایا۔ تحریک ندوۃ العلما کے شریک کار اور رکن رکین رہے۔ علاوہ ازیں عرصہ تک الندوہ (لکھنؤ) کے ایڈیٹر رہے اور کانفرنس گزٹ علی گڑھ کے مستقل نگراں تھے۔

خدا بخش لائبریری، پٹنہ ۴۔

نظام حیدرآباد کی دعوت پر ۱۳۳۶ھ میں انہوں نے صدر الصدور امور مذہبی کا عہدہ سنبھالا۔ وہاں دارالترجمہ کے قیام کے ساتھ مجلس میلاد کی اصلاح بھی کی۔ دکن میں بارہ سال رہنے کے بعد ۱۹۳۰ء میں چند وجوہات کی بنا پر استعفیٰ دے کر علی گڑھ واپس آ گئے۔ دکن میں قیام کے دوران ۱۹۲۶ء میں فریضہ حج ادا کیا۔

شبلی سے ان کے مخلصانہ تعلقات تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کے غبار خاطر اور کاروان خیال کے تمام خطوط کے مخاطب شروانی صاحب ہی ہیں۔

تحریر و تقریر کے علاوہ شروانی صاحب کے چند اہم کارناموں میں ایک ممتاز کارنامہ کتب خانہ حبیب گنج کے لیے کتابوں کی فراہمی ہے۔ اس کتب خانہ میں انہوں نے نادر کتابیں جمع کیں۔ اب یہ کتب خانہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو دے دیا گیا ہے۔

یہاں شروانی صاحب کی تصنیفات و مقالات کا موضوعاتی اشاریہ پیش خدمت ہے۔ ان میں دو کتابیں (آفتاب رسالت، احکام اسلام کی پابندی کا اثر عمر و صحت پر) اور المامون پر تبصرہ ہمیں دستیاب نہ ہو سکا۔ اشاریہ میں ان اندراجات کے آگے مآخذ کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔

پیش نظر اشاریہ کا دوسرا حصہ شروانی صاحب پر لکھی گئی کتابوں، مضامین و منظومات پر مشتمل ہے۔ شروانی صاحب کی وفات کے بعد معارف (اعظم گڑھ) نے اپنا پہلا خاص نمبر دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد دو روزہ جمہور (علی گڑھ) نے صدر یار جنگ نمبر (۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء) شائع کیا۔ اس اشاریہ میں ان کے مشتملات کے علاوہ کتب و رسائل میں شائع شدہ شروانی صاحب سے متعلق دستیاب تحریریں بھی ہیں۔ امید ہے مطالعہ شروانی میں یہ اشاریہ معاون ثابت ہوگا۔

اس اشاریہ کی تکمیل کے لیے میں پروفیسر ریاض الرحمٰن شروانی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ازراہ عنایت نہ صرف مفید معلومات بہم پہنچائے بلکہ اپنے ذاتی ذخیرہ سے استفادہ کا موقع بھی فراہم کیا۔

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی تصنیفات/تالیفات

سیرت:

۱۔ آفتاب رسالت بحوالہ صدر یار جنگ/شمس تبریز ص ۳۵۶۔

۲۔ پیغام رحمت (۱) لاہور، سیرت کمیٹی، ۱۹۳۳ء، ص ۳۱۔ (۲) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۲۔

۳۔ حیات طیبہ حیدرآباد، شمس الاسلام پریس، ۱۹۲۴ء، ص ۴۸

۴۔ ذکر جمیل علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۱ء، ص ۴۸

۵۔ ذکر حبیب (۱) علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۴ء ص ۱۶

(۲) حیدرآباد، مطبع صحیفہ، ۱۹۴۰ء، ص ۱۹۲

(۳) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۶۔

۶۔ ذکر شریف علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۵۔

۷۔ رسالۃ عامہ علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۴ء، ص ۲۸۔

۸۔ شان رسالت علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۴ء، ص ۲۴۔

۹۔ شمع ہدایت علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۴ء، ص ۱۸۔

۱۰۔ مواعظ حبیبہ حیدرآباد، اعظم اسٹیم پریس، ۱۳۴۷ھ، ص ۱۳۲۔

تذکرہ صحابہ وصوفیہ:

۱۔ سیرت الصدیق حیدرآباد، ۱۹۲۰ء، ص ۱۵۸ (۲) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۵۸۔

۲۔ مقدمہ: سیر الصحابہ از شاہ معین الدین احمد ندوی دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ، ۱۹۸۷ء، ص ۶۱۸۔

۳۔ قرۃ العین (حضرت مجدد الف ثانی کے حالات) علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۳ء، ص ۲۰۔

۴۔ ذکر محبوب (حضرت عبدالقادر جیلانی کی سوانح) (۱) حیدرآباد، مطبع اعظم، ۱۹۲۴ء، ص ۲۶۔ (۲) علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۶ء، ص ۲۶۔

۵۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین کراچی، کارخانہ تجارت کتب، ب۔ت، ص ۱۸۳۔

۶۔ Hazrat Abu Bakr: Delhi, Adam Publishers, Rev.edn.,

The first Caliph of Islam 1987, 144p.

(tr. by S.Moinul Haque

تذکرہ علما و مشاہیر:

۱۔استاذ العلما: مفتی لطف اللہ علی گڑھی کی سوانح — (۱) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۵۱۔ (۲) اعظم گڑھ، معارف پریس، ۱۹۳۲ء، ص ۲۹۔

۲۔علمائے سلف — (۱) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۱۳۰۔ (۲) علی گڑھ، مطبع احمد، ۱۳۲۷ھ، ص ۱۲۲۔

۳۔علمائے سلف و نابینا علماء — لکھنؤ، دار العلوم ندوۃ العلماء، ۱۹۹۸ء، ص ۲۴۷۔

۴۔نابینا علماء — (۱) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۳۲۔ (۲) کانپور، محمود المطابع، ۱۳۱۸ھ، ص ۲۲۔

۵۔سرسید کی یاد — علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۵ء، ص ۲۵۔

تذکرے:

۱۔تذکرہ شعرائے اردو/ میر حسن دہلوی — علی گڑھ، مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۲ء، ص ۲۲۵

۲۔نکات الشعراء یعنی تذکرہ شعرائے اردو/ میر تقی میر — بدایوں، نظامی پریس، ب۔ت، ۳۴، ص ۱۸۹

اسلامیات:

۱۔احکام اسلام کی پابندی کا اثر عمر و صحت پر — بحوالہ صدر یار جنگ/ شمس تبریز خاں، ص ۳۵۵۔

۲۔اسلامی اخلاق — (۱) علی گڑھ۔ مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۷ء، ص ۱۱۰ (۲) علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۸ء، ص ۸۰۔ (۳) علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۸ء، ص ۸۰ (۴) آگرہ، مطبع مفید عام، ص ۸۰ (۵) دہلی، آزاد کتاب گھر، ۱۹۰۲ء، ص

۹۶(۲)لاہور،نذیر پبلیشرز،ت۔ن،ص۱۰۰۔

۳۔حمایت اسلام — لاہور،رفاہ عام اسٹیم پریس،ص۱۶۔

۴۔فقہ حنفی — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس،۱۹۳۵ء،ص۵۹۔

۵۔نقش وفا — علی گڑھ،مطبع انسٹی ٹیوٹ،۱۹۱۸ء،ص۶۴۔

تعلیمات:

۱۔آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی پنجاہ سالہ جوبلی کا خاکہ — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۶ء،ص۱۶۔

۲۔آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے ترپنویں سالانہ اجلاس جبل پور ۱۹۴۴ء،کی روداد — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۵ء،ص۱۸۱۔

۳۔آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ اجلاس چہل ونہم ۱۹۳۸ء بمقام پٹنہ — ۳۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۹ء،ص۱۲۳۔

۴۔ایجنڈا نام زدگی (مسلم ایجوکیشنل کانفرنس) — علی گڑھ،مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۹ء،ص۸۔

۵۔پنجاہ سالہ تاریخ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس — بدایوں،نظامی پریس،۱۹۳۷ء، ص۳۱۶۔

۶۔ خطبہ صدارت: اجلاس نوزدہم ندوۃ العلماء، لکھنؤ — حیدرآباد،مطبع اعظم جاہ شاہی، ۱۹۴۳ء،ص۱۹۔

۷۔خطبہ صدارت: اجلاس ہفت دہم ندوۃ العلماء، ناگپور — علی گڑھ،مطبع انسٹی ٹیوٹ،۱۹۱۸ء، ص۱۸۔

۸۔ خطبہ صدارت: آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، اجلاس پنجم،لاہور،۱۹۲۸ء — علی گڑھ،مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۶ء،ص۴۶۔

۹۔ رپورٹ اجلاس سی و یکم آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کلکتہ — علی گڑھ،مطبع انسٹی ٹیوٹ،۱۹۱۷ء، ص۱۴۱۔

۱۰۔ رپورٹ اجلاس سی و چہارم آل انڈیا محمڈن اینگلواورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس امراوتی ۱۹۲۰ء	علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۱ء، ص ۱۱۰۔
۱۱۔ رپورٹ اجلاس سی وپنجم آل انڈیا محمڈن اینگلواورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ، ۱۹۲۲ء، بمقام علی گڑھ	علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۳ء ص ۱۱۴۔
۱۲۔ رپورٹ اجلاس سی و چہارم آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ، ۱۹۲۴ء، بمقام بمبئی	علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۵ء، ص ۱۲۹۔
۱۳۔ رپورٹ اجلاس سی و چہارم آل انڈیا محمڈن اینگلواورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ	علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۲۷ء ص ۱۴۶۔
۱۴۔ ضمیمہ رپورٹ اجلاس سی و پنجم آل انڈیا محمڈن اینگلواورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ، ۱۹۲۲ء	بدایوں، نظامی پریس، ۱۹۲۲ء، ص ۴۰۔
۱۵۔ عرض اخلاص	علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۶ء، ص ۲۴۔
۱۶۔ مسلمانان ہند کی ضرورتیں: سالانہ اجلاس نہم، ندوۃ العلماء، امرت سر	ضمیمہ اخبار وکیل، ۱۲/ اکتوبر ۱۹۰۲ء، ص ۲۳۔
۱۷۔ مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصب العین	علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۳۶۔
۱۸۔ ندوۃ العلماء اور اس کی ضرورت: سالانہ اجلاس ہفتم ندوۃ العلماء، پٹنہ	علی گڑھ، محمود المطابع، ص ۳۱۔
۱۹۔ Report of the 30th Session of the All India Muslim Educational Conference, Aligarh	Aligarh, The Muslim Educational Conference, 1924, 246p.
۲۰۔ Translation of the Presidential Address at the 4th Hyderabad	Aligarh, Institute Press, 1920, 32p.

Educational Conference

تاریخ:

تبصرہ بر تاریخ خطیب بغدادی　　علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۳۷ء، ص ۹۴۔

۲۔تذکرہ بابر یعنی محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ غازی کی سوانح عمری　　حیدرآباد، شمس الاسلام پریس، ۱۳۴۵ھ، ص ۶۰۔

اردوادب: نثر و شاعری:

۱۔الفوز العظیم: سفر نامہ حج　　اعظم گڑھ، دارالمصنّفین، ۱۹۶۸ء، ص ۸۲۔

۲۔کاروان خیال　　(۱) بجنور، اخبار مدینہ، ۱۹۱۹ء، ص ۱۵۱۔ (۲) میرٹھ، مولوی محمد مجید حسین، ۱۹۱۹ء، ص ۱۵۱۔

۳۔کاروان حسرت یعنی دیوان اردو　　بجنور، مدینہ پریس، ۱۹۴۷ء، ص ۶۳۔

۴۔مقالات شروانی　　علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۴۶ء، ص ۴۷۸۔

فارسی ادب:

۱۔آئینہ محاسن: مجموعہ قصائد و رباعیات وقطعات شعرائے ہندو دکن، جلد ۱۔۲　　علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۱۹ء، ص ۲۰۴۔

۲۔بوستان حسرت　　علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۴۹ء، ص ۱۳۶۔

۳۔حالات حزیں مع انتخاب کلام　　علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۰ء، ص ۵۸۔

۴۔مقدمہ مثنوی مجنوں لیلیٰ / امیر خسرو　　علی گڑھ، مطبع انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۱۷ء، ص ۱۷۳، ۱۱۵۔

مقالات مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی

تذکرہ پیغمبران / صحابہ:

۱۔حضرت خضر علیہ السلام　　(۱) مقالات شروانی، ص ۱۲۶۔ (۲) الندوہ (لکھنؤ) مارچ۔مئی ۱۹۰۷ء۔

۲۔مقدمہ: سیر الصحابہ　　(۱) تابعین / شاہ معین الدین احمد، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۹۳۷ء، ص ۱
(۲) سیر الصحابہ: تابعین کرام، ج ۷، حصہ سیزدہم / شاہ معین الدین احمد ندوی، دیوبند، کتب خانہ نعیمیہ، ص ۷۔

تذکرہ علماء:

۱۔اساتذہ کرام(سید حسن شاہ صاحب رامپوری، میر فرزند علی صاحب، حکیم سلیم اللہ، مولوی سید اکبر صاحب، مولوی غلام محمد صاحب، مولوی عبدالغنی صاحب، مولوی لطف اللہ صاحب، شیخ حسین صاحب، مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآباد، قاری عبدالرحمن صاحب، سید عبدالرحیم صاحب، قاری حسن شاعر، شیخ حبیب اللہ الشفیطی، عبدالرشید خاں، مسٹر درنن، مسٹر کاکی، مسٹر ہورسٹ، مسٹر کیسے بن) — مقالات شروانی، ص ۲۲۔

۲۔استاذ العلماء: مولوی محمد لطف اللہ — معارف (اعظم گڑھ) اپریل ۱۹۳۳ء۔

۳۔امام لیث بن سعد مصری — الندوہ (لکھنؤ) ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ۔

۴۔شیخ محمد بن طاہر گجراتی — (۱) مقالات شروانی، ص ۳۹۵۔ (۲) الندوہ (لکھنؤ) جولائی ۱۹۰۷ء

۵۔علامہ رشید رضا اور اخبارات مصر — (۱) مقالات شروانی، ص ۱۵۳۔(۲)علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۷/اگست ۱۹۱۲ء۔

۶۔قاری عبدالرحمٰن صاحب محدث پانی پتی — (۱)مقالات شروانی، ص۲۷۹۔(۲)معارف (اعظم گڑھ) مارچ ۱۹۳۱ء۔(۳)العلم (کراچی) اکتوبر۔دسمبر ۱۹۸۲ء۔ (۴)معارف (اعظم گڑھ) ۳/۲۷۔

۷۔علامہ شبلی نعمانی — العلم (کراچی) ۳/۲۰۔

۸۔مرحوم علامہ شبلی نعمانی — (۱)مقالات شروانی، ص ۱۶۷۔(۲)علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۲۰، ۲۷/جنوری ۱۹۱۵ء۔(۳)ادیب (علی گڑھ) ستمبر ۱۹۶۰ء شبلی نمبر (۴)الاسلام (کراچی) جولائی۔ستمبر ۱۹۷۱ء۔(۵)شبلی معاصرین کی نظر میں ظفر احمد صدیقی، ص ۳۳۔

۹۔قاضی ابو یوسف بسلسلہ خطیب بغدادی — معارف (اعظم گڑھ) نومبر ۱۹۳۳ء۔

۱۰۔مثنوی کرامات پیران پیر جہاں (احوال وآثار حکیم ابوالقاسم قدرت اللہ خاں قاسم)	(۱)مقالات شروانی،ص ۲۹۹ (۲) ہندوستانی (الٰہ آباد) جولائی ۱۹۳۲ء۔
۱۱۔مجدالف ثانی امام ربانی	العلم (کراچی) جولائی۔ستمبر ۱۹۶۶ء۔
۱۲۔ندوہ کا مشرقی مطلع (حضرت مولانا فضل رحمٰن مجددی گنج مرادآبادی)	الندوہ (لکھنؤ) مارچ ۱۹۴۰ء۔

تذکرہ مشاہیر:

۱۔انا للہ وانا الیہ راجعون (محمد عزیر عرف چھٹو میاں کی رحلت)	(۱) مقالات شروانی ، ص ۱۴۷ (۲) علی گڑھ،انسٹی ٹیوٹ گزٹ،۹/اگست ۱۹۱۱ء۔
۲۔ایک جواں مرگ کی یاد میں (محمد عبدالجبار خاں برادرعم زاد نواب صدر یار جنگ بہادر)	مقالات شروانی،ص ۳۔
۳۔جناب چودھری نوراللہ صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ	(۱)مقالات شروانی،ص ۱۴۸ (۲)علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ،۱۷/جنوری ۱۹۱۱ء۔
۴۔چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس سہاور ضلع ایٹہ	(۱)مقالات شروانی،ص ۳۹۲ (۲)علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ،یکم دسمبر ۱۹۳۶ء۔
۵۔ایک شروانی (گرم سیر (ہرات) کے ایک سوداگر کا ذکر)	(۱)مقالات شروانی،ص ۲۵۱۔
۶۔خاندان (شروانی خاندان کے متعلق)	(۱)مقالات شروانی،ص ۲۵۔
۷۔خاندان کی بیبیوں میں دو قابل نمونہ ہستیاں (جمال النساء اہلیہ جناب چودھری نوراللہ خاں واہلیہ عنایت اللہ خاں)	(۱)مقالات شروانی،ص ۴۵۹۔
۸۔سرسید کی یاد میں	کانفرنس گزٹ علی گڑھ،۱۶/اپریل ۱۹۳۵ء۔
۹۔شاہ وجیہ الدین گجراتی (استدراک)	معارف (اعظم گڑھ)،۴/۳۱،۱۹۳۳ء۔

۱۰۔شکریہ وعرض حال (اپنے بڑے لڑکے مولوی محبوب الرحمٰن خاں ۱۳۱۳۔۱۳۳۵ھ) کا تذکرہ	(۱) مقالات شروانی،ص ۲۱۱ (۲) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۱۰/اکتوبر ۱۹۱۷ء۔
۱۱۔علی گڑھ کے مردان کار	علی گڑھ کالج میگزین (علی گڑھ) جنوری ۱۹۳۹ء
۱۲۔محمد تقی خاں صاحب (والد ماجد شروانی صاحب	معارف (اعظم گڑھ) جولائی ۱۹۶۳ء
۱۳۔متعلق وفات ہمشیرہ مرحومہ خرد غفرلہا (مسعودہ بیگم	مقالات شروانی،ص ۴۶۲
۱۴۔مقدمہ (وقار حیات: سوانح عمری نواب وقار الدولہ وقار الملک انتصار جنگ مرتبہ محمد اکرام اللہ ندوی)	(۱) مقالات شروانی ،ص ۴۲۳ (۲) وقار حیات مرتبہ محمد اکرام اللہ خاں، ۱۹۲۵ء
۱۵۔منشی محمد احتشام صاحب مرحوم رئیس کاکوروی (م ۱۹۴۳ء)	(۱) مقالات شروانی،ص ۳۹۸ (۲) کانفرنس گزٹ علی گڑھ، یکم جون ۱۹۴۳ء
۱۶۔موت العالم موت العالم (سید شاہ حسین الہ آبادی)	الندوہ (لکھنؤ) شعبان ۱۳۲۲ھ

تذکرۂ شعراء:

اشکی الٰہی راجہ کندن لال	(۱) مقالات شروانی،ص ۴۲۳، (۲) زمانہ (کانپور) جنوری ۱۹۰۶ء (۳) العلم (کراچی) ۱۰/۳۔
۲۔مقدمہ: اقبال نامہ	اقبال نامہ/شیخ عطاء اللہ، لاہور: شیخ محمد اشرف، ب۔ت،ص ک
۳۔نامہ ذوالقدر منشی غلام غوث صاحب بیخبر الہ آبادی	مقالات شروانی،ص ۴۶۱۔
۴۔مسدس حالی کی ہر دل عزیزی	زمانہ (کانپور) دسمبر ۱۹۳۵ء۔
۵۔مقدمہ دیوان درد	(۱) مقالات شروانی،ص ۳۳۸ (۲) العلم (کراچی) ۱/۲۲ (۳) اردو (اورنگ آباد) اکتوبر ۱۹۳۳ء۔
۶۔مثنویات سرور	ہندوستانی (الہ آباد) اپریل ۱۹۳۲ء۔
۷۔عزیز لکھنوی کا ایک شعر (ع معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں)	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۴۵ء۔
۸۔مقدمہ کلیات خواجہ عزیز لکھنوی	(۱) العلم (کراچی) ۲/۲۲ (۲) اردو (اورنگ آباد)۔

۹۔کلیات میر حسن (۱) مخزن (لاہور) اپریل ۱۹۱۰ء (۲) ہندوستانی (الہ آباد) اکتوبر ۱۹۳۱ء۔

تذکرے:

۱۔تذکرہ مخزن الغرائب (۱) مقالات شروانی،ص ۲۴۷ (۲) معارف (اعظم گڑھ) مارچ ۱۹۲۴ء۔

۲۔تذکرہ میر تقی میر مخزن (لاہور) مئی ۱۹۱۱ء۔

۳۔مقدمہ نکات الشعراء اردو (اورنگ آباد) جنوری ۱۹۲۱ء۔

تاریخ اردو ادب:

ادبیات اردو کی تاریخ ترقی مخزن (لاہور) دسمبر ۱۹۲۸ء،جنوری وفروری ۱۹۲۹ء۔

اردو ادب،نثر:

۱۔ایک علوی منظر (۱) مقالات شروانی،ص ۳۰۸ (۲) سچ (لکھنؤ) ۷/اکتوبر ۱۹۳۲ء۔

۲۔جوہر بلاغت العلم (کراچی) جنوری۔مارچ ۱۹۷۴ء۔

۳۔الفوز العظیم (سفرنامہ حج) معارف (اعظم گڑھ) فروری۔اپریل ۱۹۶۷ء۔

اردو ادب،شاعری:

۱۔اردو غزل مقالات شروانی،ص ۸۵/اردوئے معلیٰ (کانپور) اگست ۱۹۰۴ء

۲۔اردو غزل ع مخزن (لاہور) اگست ۱۹۰۳ء۔

سر فدائے پائے قاتل ہو گیا

۳۔اردو غزل ع مخزن (لاہور) اگست ۱۹۰۳ء۔

نشاط وروح سے لبریز اک عالم کی جھولی ہے

۴۔اسرار رحمت (نظم) جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔

۵۔امید لطف (نظم) جمہور (علی گڑھ) ۱۶/اگست ۱۹۵۰ء۔

۶۔پیکر تصویر (نظم) جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔

۷۔تصویر عبرت (نظم) مخزن (لاہور) اپریل ۱۹۰۲ء۔جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔

۸۔رنگ بقا (نظم)	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر۔
۹۔شحنۂ ہند کے خدائی فوج دار (ہفتہ وار شحنۂ ہند (میرٹھ) میں شائع شدہ مشاعرہ کے ریویو پر تبصرہ)	مقالات شروانی، ص ۱۱۔
۱۰۔قطرہ اشک (نظم)	جمہور (علی گڑھ) ۱۶/جولائی ۱۹۵۰ء، جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر۔
۱۱۔قطعہ تاریخ پاکستان	معارف (اعظم گڑھ) جولائی ۱۹۴۷ء۔
۱۲۔نامہ حسرت (نظم)	مخزن (لاہور) دسمبر ۱۹۰۲ء۔

خودنوشت:

۱۔انتظام ریاست (ریاست مشترکہ وخاص)	مقالات شروانی، ص ۲۷۔
۲۔تقسیم ترکہ کی برکت (ریاست بھیکم پور کی جائداد)	مقالات شروانی، ص ۲۹۔

مکتوبات:

۱۔بنام ڈاکٹر مولوی عبدالحق	العلم (کراچی) جولائی ۱۹۵۱ء۔
۲۔پیش لفظ (مکاتیب ڈاکٹر سر محمد اقبال)	مقالات شروانی، ص ۳۹۰۔
۳۔شروانی صاحب کے سات خطوط بنام غلام مصطفیٰ خاں	ہمارے استاد/ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں مرتبہ رشید احمد خاں
۴۔مکاتیب بنام مولانا ابوالحسن علی ندوی	العلم (کراچی) جنوری ۱۹۷۶ء۔
۵۔مکاتیب صدر یار جنگ بنام سید سلیمان ندوی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۶۴ء۔
۶۔مکتوب شروانی بنام سید سلیمان ندوی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء، جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۵۳ء۔

فارسی ادب:

۱۔امیر خسرو کا بچپن	مقالات شروانی، ص ۳۹۰۔ مخزن (لاہور) مئی ۱۹۰۴ء۔

۲۔تذکرہ مخزن الغرائب (ملا احمد علی ہاشمی خادم)	مقالات شروانی،ص ۴۷ ۲۔معارف (اعظم گڑھ) مارچ ۱۹۲۴ء۔
۳۔تقریظ (بر کلام محوی رمولوی مسعود علی محوی)	مقالات شروانی،ص ۴۱۲۔
۴۔تقریظ مئے دوآتشہ (خیام کی رباعی کا اردو ترجمہ از شوکت)	مقالات شروانی،ص ۴۱۵
۵۔جناب خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی	مقالات شروانی،ص ۱۸۱۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۴راگست ۱۹۱۵ء۔
۶۔جارج پی شور	مقالات شروانی،ص ۲۷۴۔زمانہ (کانپور) اکتوبر ۱۹۴۳ء۔
۷۔حدیث دوست	جمہور (علی گڑھ) ۲۶رستمبر ۱۹۵۱ء،صدریار جنگ نمبر۔
۸۔دیباچہ غرۃ الکمال امیر خسرو	مقالات شروانی،ص ۹۴۔مخزن (لاہور) دسمبر ۱۹۰۴ء،فروری ۱۹۰۵ء۔
۹۔شعرالعجم	الندوہ (لکھنؤ) مارچ ۱۹۱۰ء۔
۱۰۔غزل فارسی (ع حیات تازہ خیال لبت تمنارا)	معارف (اعظم گڑھ) مئی ۱۹۱۹ء۔
۱۱۔غزل فارسی (ع بدور چشم تو مست وخراب مے خانہ)	اردوئے معلیٰ (کانپور) اکتوبر ۱۹۰۳ء۔
۱۲۔غزل فارسی (فارسی میں غزل گوئی اور غزل گو شعراء)	مقالات شروانی ، ص ۷۵۔ اردوئے معلیٰ (کانپور) جون ۱۹۰۴ء۔
۱۳۔غم ہجراں (برطرح حافظ شیرازی)	جمہور (علی گڑھ) ۲۶رستمبر ۱۹۵۱ء،صدریار جنگ نمبر۔
۱۴۔فارسی کے دو نایاب دیوان عرفی اور طالب	معارف (اعظم گڑھ) نومبر و دسمبر ۱۹۲۲ء۔
۱۵۔فرط شوق	جمہور (علی گڑھ) ۲۶رستمبر ۱۹۵۱ء،صدریار جنگ نمبر۔
۱۶۔مثنوی محبت نامہ سوز و گداز رملا نوعی خبوشانی	معارف (اعظم گڑھ) نومبر ۱۹۴۲ء۔
۱۷۔مثنوی ہائے ہمایوں از خواجوئے کرمانی	معارف (اعظم گڑھ) جون ۱۹۲۳ء۔

۱۸۔مخمس برغزل مولانا جامی	جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔
۱۹۔مخمس برغزل حضرت امیر خسرو دہلوی	جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔
۲۰۔مقدمہ خزینۃ المعانی (مجموعہ قصائد محمد عبدالغنی غنی)	مقالات شروانی،ص ۴۳۰۔
۲۱۔مقدمہ کلیات عزیز(خواجہ عزیزالدین لکھنوی)	مقالات شروانی،ص۳۲۴۔العلم(کراچی)۲/۲۲۔
۲۲۔ملا سعید عظیم آبادی اوران کی کتابیں	معارف(اعظم گڑھ)اکتوبر ۱۹۳۰ء۔
۲۳۔نوید عیش	جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر۔

صحافت:

۱۔الہلال کی دعوت کی نسبت	الہلال (کلکتہ)۲۳/اکتوبر۱۹۱۲ء۔
۲۔الندوہ کا پہلا نمبر پڑھ کر	الندوہ(لکھنؤ)جنوری ۱۹۴۰ء۔
۳۔رسالہ الندوہ کا دوبارہ اجراء	الندوہ(لکھنؤ)مارچ ۱۹۴۰ء۔

تعلیمات:

۱۔آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس	مقالات شروانی،ص ۲۱۰۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ،۱۹/ستمبر۱۹۱۷ء۔
۲۔تحریر(دربارہ مدرسہ قومی)	مقالات شروانی،ص ۴۵۰۔
۳۔تعلیم وتربیت	مقالات شروانی،ص ۲۵۵۔
۴۔تقریر جلسہ ٹرسٹیان(۲۷/اکتوبر ۱۹۲۰ء بمقام علی گڑھ مسلم یونیورسٹی)	مقالات شروانی،ص۴۱۹۔
۵۔تقریر: جلسہ دوم ندوۃ العلماء	مضامین ثلاثہ،کانپور،انتظامی پریس،ص ۳۴۔
۶۔تقریر: جلسہ پنجم ندوۃ العلماء	روداد جلسہ پنجم ندوۃ العلماء بمقام کانپور ۱۸۹۸ء، کانپور اسلامی پریس،ص ۲۱،۲۸۔
۷۔تقریر: جلسہ چہارم ندوۃ العلماء	روداد جلسہ چہارم ندوۃ العلماء بمقام میرٹھ ۱۸۹۷ء، کانپور انتظامی پریس،ص ۴۳۔

۸۔تقریر: جلسہ ششم ندوۃ العلماء	روداد جلسہ ششم ندوۃ العلماء بمقام شاہ جہاں پور ۱۸۹۹ء، کانپور محمود المطابع ،ص ۲۵، ۳۸۔
۹۔جامعہ عثمانیہ کا خطبہ افتتاحیہ	مقالات شروانی ،ص ۳۸۸۔
۱۰۔خطبہ صدارت شعبہ آل انڈیا اورینٹل کانفرنس، لاہور	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۲۸، جنوری ۱۹۲۹ء۔
۱۱۔خطبہ صدارت اجلاس ندوۃ العلماء، بمقام مدراس	مقالات شروانی ،ص ۱۹۷۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۵/اپریل ۱۹۱۷ء۔
۱۲۔خطبہ صدارت کل ہند انجمن ترقی اردو کانفرنس، ناگپور	اردو (اورنگ آباد) جنوری ۱۹۴۴ء۔
۱۳۔زنانہ مسلم اسکول علی گڑھ میں تعلیم قرآن مجید	مقالات شروانی ،ص ۱۸۱ (۲) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۱۷/مارچ ۱۹۱۵ء۔
۱۴۔عربی مدارس کا نیا نظام (خطبہ صدارت اجلاس نوزدہم ندوۃ العلماء)	الندوہ (لکھنؤ) جون۔جولائی ۱۹۴۲ء۔
۱۵۔علی گڑھ کالج میں تکبیر و تہلیل	مقالات شروانی ،ص ۱۷۹۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۳/مارچ ۱۹۱۵ء۔
۱۶۔مسلم یونیورسٹی۔۱ (مختصر تاریخ موجودہ مسائل اور اس کا حل)	مقالات شروانی ،ص ۱۵۴۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۳/اکتوبر ۱۹۱۲ء۔
۱۷۔مسلم یونیورسٹی۔۲ (رزولیشن نمبر ۱۰ کے فوری تکمیل کے لیے)	مقالات شروانی ،ص ۲۱۷۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۵/مارچ ۱۹۱۹ء۔
۱۸۔مسلم یونیورسٹی اور اسلامی آرٹ	مقالات شروانی ،ص ۲۵۲۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۳/دسمبر ۱۹۲۴ء۔

اسلامیات:

۱۔احکام اسلام کی پابندی کا اثر عمر و صحت پر	معارف (علی گڑھ) یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء۔
۲۔اخلاق	الندوہ (لکھنؤ) شعبان ۱۳۲۲ھ۔

۳۔اصلاح معاشرت	مقالات شروانی،ص ۴۴۲۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۶/اپریل ۱۹۴۳ء۔
۴۔بعض اسلامی مسائل	الندوہ (لکھنؤ) شوال، ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ۔
۵۔تاریخ الاسلام للذہبی	مقالات شروانی،ص ۳۱۰۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۶/اکتوبر ۱۹۳۳ء۔
۶۔سورہ یوسف کی گم گشتہ تفسیر پر نقد و استدراک	معارف (اعظم گڑھ) جنوری ۱۹۲۰ء۔

تاریخ:

۱۔اکبر کی جوہر پروری	مقالات شروانی،ص ۱۱۰۔زمانہ (کانپور) ۱۹۰۵ اکبر نمبر۔
۲۔بابر	حسن (حیدرآباد) جون۔ستمبر ۱۸۹۰ء۔
۳۔برقی روشنی (حبیب گنج میں بجلی آنے کا ذکر)	مقالات شروانی،ص ۴۷۱۔
۴۔بجلی (۱۸۹۰ء میں بمقام حبیب گنج بجلی گرنے کا واقعہ)	مقالات شروانی،ص ۲۱۴۔
۵۔بلیک ہول (ملخص التواریخ از عبدالکریم کے حوالہ سے)	مخزن (لاہور) جولائی ۱۹۰۵ء۔
۶۔تاریخ خطیب بغدادی	معارف (اعظم گڑھ) اگست، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۳ء۔
۷۔تغلق نامہ (امیر خسرو)	مقالات شروانی،ص ۲۱۵۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۱۳/نومبر ۱۹۱۸ء۔
۸۔خازن الدولہ وضیاء السلطنۃ	مقالات شروانی،ص ۴۶۷۔علی گڑھ منتھلی، مئی ۱۹۰۳ء۔
۹۔رپڑی ضلع مین پوری	مقالات شروانی،ص ۹۰۔علی گڑھ منتھلی، جولائی ۱۹۰۴ء
۱۰۔زلزلہ (۴/جنوری ۱۸۹۴ء کو محسوس کیے گئے زلزلہ کا ذکر)	مقالات شروانی،ص ۲۵۸۔
۱۱۔گنج مرادآباد ضلع اناؤ	مقالات شروانی،ص ۱۹۔

۱۲۔مقدمہ وقائع عالم گیر (مرتبہ بہادر چودھری نبی احمد سندیلوی)	مقالات شروانی،ص ۴۴۸۔
۱۳۔مقدمہ: یادایام	یادایام/عبدالحئی،علی گڑھ،مطبع انسٹی ٹیوٹ،۱۹۱۹ء۔

مخطوطات:

۱۔اتفاقات حسنہ (شیخ محدث دہلوی کی قلمی تحریر)	مقالات شروانی،ص ۲۴۵۔معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۲۳ء۔
۲۔تصانیف شیخ جمالی دہلوی (ذاتی کتب خانہ کے دو مخطوطات،مثنوی مرآۃ المعانی اور دیوان شیخ جمالی کا ذکر)	مقالات شروانی شروانی،ص ۳۱۲۔اورینٹل کالج میگزین (لاہور) نومبر ۱۹۳۳ء۔
۳۔دیوان بیدل کا نسخہ بے بدل (نوشتہ ۱۰۹۸ھ)	معارف (اعظم گڑھ) جنوری ۱۹۳۴ء۔برہان (دہلی) ۱/۳۳۔
۴۔دیوان عاشق دہلوی (تلمیذ امیر خسرو دہلوی، قلمی نسخہ مخزونہ کتب خانہ حبیب گنج)	مقالات شروانی،ص ۴۰۲۔معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۴۶ء۔
۵۔رباعیات سحابی نجفی کا قلمی نسخہ	معارف (اعظم گڑھ) جنوری ۱۹۴۱ء۔
۶۔شاہی کتب خانوں کی کتابیں: کتب خانہ حبیب گنج میں (۱۔کلام مجید کے پانچ ورق، ۲۔حصن و حصین امام حزری نوشتہ ۸۹۰ھ، ۳۔مثنوی گوے و چوگان ملا عارفی، ۴۔مثنوی مولانا روم نوشتہ ۱۲۷ھ، ۵۔لوائح مولانا جامی، ۶۔منہاج العابدین امام غزالی، ۷۔کلام مجید فرخ سیر کے کتب خانہ کا نسخہ، ۸۔شرح قصیدہ لامیۃ العجم نوشتہ ۱۰۰۲ھ، ۹۔دیوان خواجہ آصفی، ۱۰۔صحیح بخاری جلد اول، ۱۱۔مشکوۃ المصابیح نوشتہ ۸۷۷ھ۔ ۱۲۔تفسیر جلالین نوشتہ	مقالات شروانی،ص ۴۰۶۔ معارف (اعظم گڑھ) ستمبر ۱۹۳۷ء۔

۱۰۷۹ھ، ۱۳۔مثنوی مجمع البحرین قصہ ناظر و منظور کاتبی نیشاپوری، ۱۴۔دیوان امیر شاہی سبزواروی ۱۵۔بوستان شیخ سعدی شیرازی نوشتہ ۱۲۰۶ھ، ۱۶۔تاریخ فارس نوشتہ ۱۲۳۸ھ، ۱۷۔تازہ فتوح علامی تفتازانی کانسخہ)	
۷۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک قلمی تحریر	معارف (اعظم گڑھ) ۱۲/ ۴۔
۸۔صحیح بخاری کا ایک عتیق نسخہ کتاب خانہ حبیب گنج میں (نوشتہ قبل ۸۷۷ھ)	مقالات شروانی،ص ۲۷۱۔معارف (اعظم گڑھ) ستمبر ۱۹۳۰ء۔
۹۔صحیح مسلم کا ایک قلمی نسخہ (نوشتہ ۱۱۴۵ھ، کاتب روح الامین خاں)	مقالات شروانی،ص ۲۵۹۔معارف (اعظم گڑھ) فروری ۱۹۲۹ء۔
۱۰۔طب فرشتہ (ذاتی کتب خانہ کا نسخہ دو سو برس قدیم)	معارف (اعظم گڑھ) ۵۳/ ۳، ۱۹۴۴ء۔
۱۱۔فارسی کے دو نایاب دیوان (دیوان عرفی شیرازی، نوشتہ ۱۰۷۰ھ، دیوان طالب آملی بخط شاعر)	مقالات شروانی،ص ۲۲۹۔معارف (اعظم گڑھ) نومبر، دسمبر ۱۹۲۲ء۔
۱۲۔قصائد مطہر	مقالات شروانی،ص ۳۵۲۔معارف (اعظم گڑھ) جولائی، اگست ۱۹۳۵ء۔
۱۳۔کلام خواجہ سنائی (کتب خانہ حبیب گنج کے نسخے، مجموعہ قصائد، نوشتہ ۱۰۰۵ھ اور ۱۰۱۲ھ، مثنوی حدیقہ، نوشتہ ۱۰۳۷ھ، مکاتیب سنائی)	مقالات شروانی،ص ۲۶۱۔معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۳۶ء۔
۱۴۔مثنوی فتوح الحرمین (از محی لاری)	مقالات شروانی،ص ۳۰۵۔معارف (اعظم گڑھ) نومبر ۱۹۳۲ء۔
۱۵۔مثنوی کرامات پیران پیر جہاں (حکیم ابوالقاسم قدرت اللہ خاں قاسم)	مقالات شروانی،ص ۲۹۹۔ہندوستانی (الہ آباد) جولائی ۱۹۳۲ء۔

۱۶۔مثنویات سرور (نواب اعظم الدولہ محمد میر خاں معظم جنگ بہادر)	مقالات شروانی،ص ۲۹۲۔ہندوستانی (الہ آباد) اپریل ۱۹۳۲ء۔
۱۷۔مطول تفتازانی کا قیمتی نسخہ	معارف (اعظم گڑھ) ۴۰/۱،۷ ۱۹۳ء۔
۱۸۔ملا سعد پٹنوی (ملا صاحب کے قلمی نسخے،باغ گلبن،نوشتہ ۱۱۰۶ھ،مثنوی کے خطبات کا فارسی ترجمہ،شرح مختصر وفرہنگ لغات مثنوی ۱۱۱۷ھ)	مقالات شروانی،ص ۲۷۲۔معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۳۰ء۔
۱۹۔مولانا ابوبکر جونپوری کے کتب خانہ میں ایک مخطوطہ (شرح محمدی)	معارف (اعظم گڑھ) ۱۱/۴،۱۹۲۳ء۔
۲۰۔مونس الاحرار فی دقائق الاشعار (بیاض کلاتی اصفہانی)	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۳۴ء۔

کتب و کتب خانے:

۱۔آئینہ سکندری (سفر نامہ بابوا ماشنکر پر تبصرہ)	مقالات شروانی،ص ۳۸۴۔
۲۔ایک خط (امہات الامہ از نذیر احمد سے متعلق)	الناظر (لکھنؤ) یکم جنوری ۱۹۱۶ء۔
۳۔ایک نادر خودنوشت تذکرہ (علم وعمل: وقائع عبدالقادر خانی) تعارف	علم وعمل: وقائع عبدالقادر خانی مترجم معین الدین افضل گڑھی مرتبہ محمد ایوب قادری،ج ۱۔۲،ص ۱۷۔
۴۔تذکرہ شعراء۔میر حسن دہلوی: تبصرہ	اردو (اورنگ آباد) جنوری ۱۹۲۲ء۔
۵۔چند نایاب کتابیں	معارف (اعظم گڑھ) اپریل ۱۹۲۷ء۔
۶۔حبیب گنج کا کتب خانہ کس طرح جمع ہوا	مقالات شروانی،ص ۲۸۳۔معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر ۱۹۳۱ء۔
۷۔گذارش (الحج از سید محمد سلیمان اشرف پر تبصرہ)	مقالات شروانی،ص ۴۳۹۔
۸۔حیات جاوید از الطاف حسین حالی: تبصرہ	مقالات شروانی،ص ۷۴۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۲۰رفروری ۱۹۰۲ء۔
۹۔سفر نامہ روم ومصر وشام از شبلی نعمانی: تبصرہ	مقالات شروانی،ص ۳۰۔آزاد (کانپور) ۱۷/

اگست ۱۸۹۴ء۔مخزن (لاہور) اکتوبر ۱۹۲۰ء۔معارف (علی گڑھ) جولائی ۱۸۹۹ء۔شبلی معاصرین کی نظر میں/ ظفر احمد صدیقی، ص ۳۲۵۔

۱۰۔سوانح عمری مولانا روم از شبلی نعمانی

الندوہ (لکھنؤ) اکتوبر، نومبر ۱۹۰۶ء۔مخزن (لاہور) اکتوبر ۱۹۰۶ء۔شبلی معاصرین کی نظر میں/ ظفر احمد صدیقی، ص ۴۱۷۔

۱۱۔شعر العجم از شبلی: تبصرہ

الندوہ (لکھنؤ) ربیع الاول ۱۳۲۸ھ۔شبلی معاصرین کی نظر میں/ ظفر احمد صدیقی، ص ۲۰۳۔

۱۲۔عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی: تبصرہ

مقالات شروانی، ص ۲۷۳۔معارف (اعظم گڑھ) نومبر ۱۹۳۰ء۔

۱۳۔الفاروق از شبلی نعمانی: تبصرہ

مقالات شروانی، ص ۳۳۔معارف (علی گڑھ) یکم جولائی ۱۸۹۹ء۔شبلی معاصرین کی نظر میں/ ظفر احمد صدیقی، ص ۳۳۶۔

۱۴۔علمی خزانوں کی تباہی (قدیم قلمی کتابیں اور فرامین کی حفاظت کے لیے اپیل)

مقالات شروانی، ص ۲۲۲۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، ۱۲/ مارچ ۱۹۱۹ء۔

۱۵۔فیوچر آف اسلام (مسٹر ولفرڈ اسکاون بلنٹ مترجم سید اکبر حسین الہ آبادی)

مقالات شروانی، ص ۶۔

۱۶۔کتب خانہ حبیب گنج کی فہرست کا گوشوارہ

مقالات شروانی، ص ۲۸۹۔

۱۷۔کلام مجید کے دو نئے ترجمے (قادیانی ترجمہ اردو اور انگریزی میں)

مقالات شروانی، ص ۱۸۵۔علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۱۶/ اگست و ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔

۱۸۔المامون از شبلی نعمانی: تبصرہ

اخبار آزاد (لکھنؤ) بحوالہ آثار شبلی/ محمد الیاس الاعظمی، ص ۸۱۔

۱۹۔المبین (مولانا سید سلیمان اشرف)

مقالات شروانی، ص ۲۶۳۔معارف (اعظم گڑھ)

اگست ۱۹۳۰ء۔

۲۰۔محشر خیال از سجاد حیدر یلدرم: تبصرہ		مقالات شروانی، ص ۷۶ ۴۔
۲۱۔میری محسن کتابیں		الندوہ (لکھنؤ) اکتوبر ۱۹۴۰ء۔مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں مرتبہ محمد عمران خاں ندوی، ص ۱۔
۲۲۔میرے کتب خانے کے پرانے چھپے ہوئے اردو دیوان		ہندوستانی (الہ آباد) اکتوبر ۱۹۳۵ء، جنوری ۱۹۳۶ء۔

مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی پر لکھی گئی کتابیں

۱۔ آئینہ محاسن : مجموعہ قصائد و رباعیات وقطعات حصہ اول، دوم	نفیس دلہن: مرتب	حیدرآباد: مطبع اعظم جاہی، ۱۳۴۰، ص ۹۸
۲۔رسالہ استاذ العلما مولفہ صدر یار جنگ کا ضمیمہ اور اس کا نہایت اہم باب: مفتی لطف اللہ	بدرالدین علوی	علی گڑھ، آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۵۸، ص ۱۷
۳۔شروانی نامہ	عباس خاں شروانی	علی گڑھ، شروانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۵۳، ص ۴۶۸
۴۔صدر یار جنگ : نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی سوانح حیات	شمس تبریز خاں	لکھنؤ، مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، ۱۹۷۲، ص ۴۸۷

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی پر لکھے گئے مضامین

۱۔آخری شمع	شاہ معین الدین ندوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱، صدر یار جنگ نمبر
۲۔آفتاب عطارئیس اعظم حبیب گنج	منظور علی تمنا فاروقی	// // //
۳۔آں قدح بشکست وآں ساقی ماند	سید محمود	// // //
۴۔آہ مولانا شروانی	سید سلیمان ندوی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰۔

		جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۵۔آہ نواب صدر یار جنگ بہادر	وارث القادری	// // //
۶۔ابّا جی	محمد عبدالصبور خاں	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/اگست ۱۹۵۰ء،
	عارف شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۷۔ابوالکلام آزاد اور نواب صدر یار جنگ بہادر کے تعلقات (مع تصویر)	ریاض الرحمٰن شروانی	صبح (دہلی) شمارہ ۱، ۱۹۶۲ء
۸۔اعتراف	سید معین الدین	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء۔ جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۹۔افسانہ یا حقیقت	مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۱۰۔بھیکن پار کی دوصد سالہ مختصر تاریخ	محمد عبدالصبور خاں عارف شروانی	// // //
۱۱۔پہلی نظر (صدر یار جنگ نمبر)	ادارہ	// // //
۱۲۔تاثرات وتبصرات	ضیاء احمد بدایونی	// // //
۱۳۔تاریخ الوصال	سید نورالعین حسن راغب	// // //
۱۴۔تبرکات	شاہد شروانی	// // //
۱۵۔تبصرہ: بوستان حسرت (شروانی)	سید الطاف علی بریلوی	حاصل مطالعہ/سید الطاف علی بریلوی ص ۵۷
۱۶۔تبصرہ: ذکر حبیب (شروانی)	// //	// // //
۱۷۔تبصرہ: رپورٹ (شروانی)	ابوالاحد خاں خلیل	علی گڑھ میگزین، تعطیلات نمبر ۱۹۳۱ء

۱۸۔تبصرہ: سیرۃ الصدیق (شروانی)	رشید احمد صدیقی	علی گڑھ میگزین، نومبر و دسمبر ۱۹۲۱ء
۱۹۔تبصرہ: علمائے سلف (شروانی)	سعید انصاری	علی گڑھ میگزین، جنوری ۱۹۲۲ء
۲۰۔ 〃 〃 〃	محمد عبداللہ	خاتون (علی گڑھ) جنوری ۱۹۱۲ء۔ انتخاب مضامین شیخ محمد عبداللہ پاپا میاں جلد سوم، مرتبہ مہر الٰہی، ص ۱۵۹
۲۱۔تبصرہ: علمائے سلف و نابینا علماء (شروانی)	سید الطاف علی بریلوی	حاصل مطالع / سید الطاف علی بریلوی ص ۵۷
۲۲۔تبصرہ: الفوز العظیم، سفر نامہ حج (شروانی)	ادارہ	معارف (اعظم گڑھ) فروری، اپریل ۱۹۶۷ء
۲۳۔تبصرہ: قرآن اور نئی روشنی (شروانی)	ابوالاحد خاں خلیل	علی گڑھ میگزین، تعطیلات نمبر ۱۹۳۱ء
۲۴۔تبصرہ: مثنوی لیلیٰ مجنوں از امیر خسرو (شروانی)	ادارہ	معارف (اعظم گڑھ) جنوری ۱۹۱۸ء
۲۵۔تین منظر	محمد ہارون خاں شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء
۲۶۔جناب نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم کی زندگی کے متعلق میرے خیالات	شیخ محمد عبداللہ	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱، صدر یار جنگ نمبر
۲۷۔چار منظر	محمد ہارون خاں شروانی	〃 〃 〃
۲۸۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	سید ابوالحسن علی ندوی	پرانے چراغ حصہ دوم، لکھنؤ، مکتبہ فردوس، ۱۹۸۰ء
۲۹۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	عبدالباری	ناموران علی گڑھ، دوسرا کارواں فکر و نظر (علی گڑھ) ۱۹۸۶ء

۳۰۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	ماہرالقادری	یادرفتگاں حصہ ا،مرتبہ طالب ہاشمی نئی دہلی،مکتبہ نشان راہ،۱۹۵۸ء
۳۱۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	صباح الدین عبدالرحمٰن	بزم رفتگاں حصہ اول،دہلی،مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ،۱۹۸۱ء
۳۲۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	رئیس احمد جعفری	دیدوشنید،کراچی،رئیس احمد جعفری اکیڈمی،۱۹۸۷ء
۳۳۔حبیب الرحمٰن خاں شروانی	مالک رام	نقوش (لاہور) شخصیات نمبر دوم ۱۹۵۰ء
۳۴۔خطوط مشاہیر بنام نواب صدر یار جنگ بہادر مولوی حبیب الرحمٰن خاں حسرت شروانی	ادارہ	جمہور (علی گڑھ)۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۳۵۔رباعیات	شریف الزماں شریف	// // //
۳۶۔سہاور	محمد عبدالواحد خاں سہاروی	// // //
۳۷۔شروانی خاندان	عبدالشاہد خاں شروانی	// // //
۳۸۔صدر یار جنگ	عبدالماجد دریابادی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء
۳۹۔صدر یار جنگ ذاتی تاثرات	// //	جمہور (علی گڑھ)۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۴۰۔صدر یار جنگ عالی مرتبت والا صفات	برق زیدی	// // //
۴۱۔صدر یار جنگ کو مسلم یونیورسٹی کی طرف سے اعزازی ڈگری	ادارہ	معارف (اعظم گڑھ) ج ۵۱،نمبر ۳
۴۲۔صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	شمس تبریز خاں	تعمیر حیات (لکھنؤ) ۱۰/مئی ۱۹۷۵ء

۴۳۔صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	ابوالحسن علی ندوی	چٹان (لاہور) ۲۹/دسمبر ۱۹۷۵ء
۴۴۔صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	مالک رام	وہ صورتیں الٰہی، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، ۱۹۷۴ء
۴۵۔عظمت رفتہ کی آخری یادگار	محمد شاہد خاں شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۴۶۔علامہ شروانی	سید منظر علی	معارف (اعظم گڑھ) ج ۱۵، نمبر ۱، جنوری ۱۹۲۵ء
۴۷۔علمی دنیا کا عظیم حادثہ: آہ نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم	شاہد شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۱۶/اگست ۱۹۵۰ء
۴۸۔فوٹو	محمد مقتدی خاں شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۴۹۔قطعہ تاریخ وفات	منظور علی تمنا فاروقی بجنوری	جمہور (علی گڑھ) ۱۶/اگست ۱۹۵۰ء
۵۰۔// // //	محمد عمر خاں ثمر	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/اگست ۱۹۵۰ء
۵۱۔ // // //	غلام جیلانی خاں شروانی	جمہور (علی گڑھ) ۶/ستمبر ۱۹۵۰ء
۵۲۔ // // //	ضیاء احمد بدایونی	جمہور (علی گڑھ) ۶/ستمبر ۱۹۵۰ء
۵۳۔کتاب الفخر از حبیب محسن خمور العلوی (صدر یار جنگ کی حیدرآباد آمد پر پیش کیے گئے قصائد)	ابوسفیان اصلاحی	معارف (اعظم گڑھ) اگست ۱۹۹۹ء
۵۴۔ماتم حبیب شبلی (نظم)	یحییٰ اعظمی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء۔ جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر

۵۵۔مایہ نازنعمت	وارث القادری	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء،صدر یار جنگ نمبر
۵۶۔محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی	رشید احمد صدیقی	گنج ہائے گراں مایہ،جلد دوم،مرتبین مہرالٰہی ندیم ولطیف الزماں خاں ، کراچی،مکتبہ دانیال،۱۹۹۱ء۔
۵۷۔مکاتیب شبلی بنام مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی	ابوسفیان اصلاحی	الایام (کراچی) جنوری۔جون ۲۰۱۴ء۔آرٹس فیکلٹی جرنل (علی گڑھ) ش ۶،۱۰،۲۰۰۹ء۔
۵۸۔ مکاتیب شروانی بنام ڈاکٹر مولوی عبدالحق	سید الطاف علی بریلوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۵۹۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	سید مناظر احسن گیلانی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء۔
۶۰۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	شیخ محمد اسماعیل پانی پتی	مخزن (لاہور) ستمبر ۱۹۵۰ء۔
۶۱۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	سید سلیمان ندوی	یادرفتگاں، اعظم گڑھ، معارف پریس،ص ۱۹
۶۲۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	یادرفتگاں، نئی دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ،۱۹۸۱ء
۶۳۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	شمس تبریز خاں	العلم (کراچی) جنوری۔مارچ ۱۹۷۴ء
۶۴۔مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	عبدالحئی	الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام یعنی نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر عبدالحئی،رائے بریلی: مکتبہ دارعرفات ۱۹۹۳ء،ج ۸،ص ۱۱۱
۶۵۔ مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی بھیکن پوری	عبدالحئی، مترجم انوار الحق قاسمی	چودہویں صدی کے علمائے برصغیر ترجمہ نزہۃ الخواطر،کراچی،دارالاشاعت،

		۲۰۰۴ء، ج۸، ص ۱۶۷
۶۶۔مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی اوران کی علم پروری	عبدالسلام ندوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۶۷۔مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے خاندانی اور ذاتی حالات	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء
۶۸۔مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کی علمی وادبی خدمات	″ ″	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۶۹۔مولانا شروانی کا فارسی کلام	شمس تبریز خاں	العلم (کراچی) جنوری۔ مارچ ۱۹۷۴ء
۷۰۔مولانا شروانی کی تصویر ان کی تحریر کے آئینہ میں	شاہ معین الدین احمد ندوی	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء
۷۱۔مولانا شروانی کی طرز نگارش	″ ″	العلم (کراچی) جنوری۔مارچ ۱۹۷۴ء
۷۲۔نذر تبرک بہ پیش گاہ عم محترم نواب صدر یار جنگ	اقبال احمد سہیل	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۷۳۔نظرات: (وفیات: شروانی)	سعید احمد اکبرآبادی	برہان (دہلی) ستمبر ۱۹۵۰ء
۷۴۔نقشۃ المصدور	سید بدرالدین	معارف (اعظم گڑھ) دسمبر ۱۹۵۰ء
۷۵۔نواب صدر یار جنگ	خواجہ احمد فاروقی	یادنامہ (یاد یار مہرباں کا دوسرا حصہ، علی گڑھ، گلستاں پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۹ء
۷۶۔نواب صدر یار جنگ بہادر	عبدالشاہد خاں شروانی	مصنف (علی گڑھ) جنوری ۱۹۴۶ء
۷۷۔ ″ ″ ″	خلیل الرحمٰن سالک علی گڑھی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۷۸۔نواب صدر یار جنگ بہادر کے ذاتی حالات	ایم۔ پی۔ شروانیہ	جمہور (علی گڑھ) ۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر

عنوان	مصنف	ماخذ
۷۹۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مرحوم مغفور (قطعات)	ضیاءاحمد بدایونی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۰۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی	ادارہ	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۱۔نواب صدر یار جنگ حسرت شروانی کا فارسی کلام	سید الطاف علی بریلوی	العلم (کراچی) جولائی ۱۹۵۱ء
۸۲۔نواب صدر یار جنگ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر	محمد اکرام اللہ خاں ندوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۳۔نواب صدر یار جنگ کی مذہبی جفاکشی	حبیب الرحمٰن لدھیانوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۴۔نواب صدر یار جنگ مرحوم	امان اللہ خاں شروانی	سب کہاں کچھ؟ علی گڑھ، ۱۹۸۵ء
۸۵۔ // // //	محمد بدر الدین علوی	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۶۔نواب صدر یار جنگ مرحوم مغفور	محمد حبیب اللہ خاں	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۸۷۔نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں شروانی	ماہر القادری	فاران (لکھنؤ) اپریل ۱۹۵۱ء
۸۸۔نواب صدر یار جنگ کی خدمات اردو	ریاض الرحمٰن شروانی	کانفرنس گزٹ (علی گڑھ) ۲۰۰۲ء
۸۹۔نواب صدر یار جنگ کی سیرت کے نمایاں پہلو	// //	کانفرنس گزٹ (علی گڑھ) ۱۹۷۴ و ۱۹۸۱ء
۹۰۔نواب مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں شروانی	محمد عمر خاں ثمر	جمہور (علی گڑھ) ۲۶؍ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر

۹۱۔نوحہ غم	اختر زندانی	جمہور(علی گڑھ)۶/ستمبر ۱۹۵۰ء۔ جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۹۲۔نوحہ غم	خلیل الرحمٰن سالک علی گڑھی	جمہور(علی گڑھ)۶/اکتوبر ۱۹۵۰ء۔
۹۳۔ یااللہ یا غفار: تاریخ الوصال، تاریخ لوح مزار	سید نور العین حسن راغب چھتاری	جمہور(علی گڑھ)۱۶/اکتوبر ۱۹۵۰ء۔
۹۴۔ یاد رفتگاں : آہ صدر یار جنگ بہادر	محمد عباس خاں شروانی	جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر
۹۵۔یادگار سلف	غلام جیلانی خاں اعجاز شروانی	جمہور(علی گڑھ)۲۶/ستمبر ۱۹۵۱ء، صدر یار جنگ نمبر

علی گڑھ سے اعظم گڑھ کا ایک یادگار سفر

ڈاکٹر محمد عبدالسلام

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے معیاری مدارس کی اسناد کی منظوری کا سلسلہ بہت پہلے سے جاری ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ موجودہ دور میں اس سمت میں مزید پیش رفت ہوئی ہے۔ اعظم گڑھ اور مئو کے کچھ نئے مدارس نے اس کے لیے یونیورسٹی انتظامیہ کو درخواست دی، تو دستور کے مطابق ان نئے مدارس کے معاینہ و جائزہ کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو یونیورسٹی کے دو اساتذہ (ڈاکٹر سید زین الدین، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ سماجیات اور ڈاکٹر محمد عبدالسلام، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ معاشیات) پر مشتمل تھا۔

اعظم گڑھ کے لیے ہمارا سفر ۲۳/فروری ۲۰۱۵ء کو آنند وہار۔مئو ایکسپریس سے شروع ہوا۔ ۲۴/فروری کی صبح ہم لوگ مئو پہنچے۔ جامعہ محمدیہ (خیروپور) کے دو اساتذۂ کرام ہمارے استقبال کے لیے مئو اسٹیشن پر موجود تھے۔ انھیں کے ہمراہ ہم لوگ جامعہ محمدیہ پہنچے۔ مدرسہ کے اساتذۂ کرام سے ہم لوگوں کی ملاقات دس بجے صبح ہوئی۔ طلبہ سے بھی ملاقات اور تبادلۂ خیال کا سلسلہ رہا۔ مدرسہ کے نظام الاوقات اور درس وتدریس کے بارے میں بھی ان سے ضروری معلومات حاصل ہوئیں۔ طلبہ اور اساتذہ سے گفتگو میں جو کہا گیا کہ پرسکون و باوقار زندگی گزارنے کے لیے تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ آج کے دور میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جدید تحقیقات اور سائنسی ایجادات نے دینی معتقدات کی حقانیت کو اوراجاگر کردیا ہے اور اس کے ذریعہ دین کی تبلیغ واشاعت میں بھی مدد ملتی ہے۔ مدارس کے طلبہ کو کمپیوٹر کی تعلیم دینی چاہیے اس لیے کہ جدید دور میں جو شخص کمپیوٹر کی تعلیم سے بے بہرہ ہے وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائے گا۔ مزید برآں یہ تاثر بھی ظاہر کیا گیا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے موجودہ وائس چانسلر ریٹائرڈ جنرل ضمیرالدین شاہ یونیورسٹی سے مدارس کے روابط کو مضبوط کرنے اور ان اداروں کے طلبہ کو یونیورسٹی میں تعلیم کی سہولتیں

شعبۂ معاشیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

بہم پہنچانے کے لیے کافی کوشاں ہیں اور اس کے لیے مناسب اقدامات کیے ہیں۔ان میں ایک اہم قدم مدارس کے طلبہ کے لیے ایک سالہ برج کورس کا اہتمام ہے۔اس کی وجہ سے طلبہ گریجویٹ کی سطح پر متعدد مضامین میں داخلہ کے اہل بن جاتے ہیں۔

۲۴/فروری ۲۰۱۵ء کی شام کو ہم جامعہ امجدیہ رضویہ (گھوسی۔مئو) پہنچے۔۲۵/فروری کی صبح کو ۱۰/بجے مدرسہ میں ارکانِ انتظامیہ اور طلبہ و اساتذہ سے وہاں کے نصابِ تعلیم، نظم و نسق اور طریقہ تدریس کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کی گئیں اور طلبہ، اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کے مسائل سے بھی واقفیت ہوئی۔

جامعہ امجدیہ رضویہ کے بعد ہم ۲۵/فروری ۲۰۱۵ء کی شام کو مدرسہ جامعۃ البنات (جین پور) پہنچے۔۲۶/فروری کی صبح کو طالبات، ارکانِ انتظامیہ، اساتذہ اور دیگر ملازمین سے ملاقات ہوئی۔ضروری معلومات اور مدرسہ کے بارے میں تفصیلات سامنے آئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دینی مدارس میں وسائل کی کمی کے باوجود محنت و خلوص کے ساتھ کام کرنے کا جو جذبہ پایا جاتا ہے وہ بڑا قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان میں اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور مسلمانوں کے مذہبی و تہذیبی تشخص کی بقا و تحفظ کے لیے مدارس کا وجود ناگزیر ہے۔ان کی توسیع و ترقی وقت کا اہم تقاضا ہے۔یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ دینی مدارس میں جدید ضرورتوں کے مطابق دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کے کچھ مضامین بھی نصاب میں شامل کیے جا رہے ہیں۔اکثر مدارس میں تاریخ، جغرافیہ، معاشیات، سماجیات، سیاسیات، سائنس اور انگریزی و ہندی تعلیم کا نظم بھی پایا جاتا ہے، یعنی مدارس عصری تعلیم کی افادیت و اہمیت سے بے خبر نہیں اور ان کی خواہش و کوشش ہے کہ مدارس سے ایسے طلبہ فارغ ہوں جو اپنی تعلیم سے ملک و ملت دونوں کو فائدہ پہنچا سکیں۔

۲۶/فروری کی شام ایک یادگار شام تھی، جب ہمیں مشہور علمی و تحقیقی مرکز دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، (اعظم گڑھ) کی زیارت نصیب ہوئی۔ہمارے قیام کے لیے ذمہ دارانِ اکیڈمی نے اس کمرہ کا انتخاب کیا، جہاں زمانہ کی نامور شخصیات نے قیام کیا تھا۔جیسے پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا عبدالماجد دریابادی اور مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی وغیرہم۔ہمارے مخلص پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، ڈائریکٹر شبلی اکیڈمی اور پروفیسر ظفرالاسلام (شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کی کوششوں کی وجہ سے ہی شبلی اکیڈمی میں حاضری و قیام کی راہیں ہموار ہوئیں۔اکیڈمی کے اراکین و منتظمین نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ملنے والوں

میں چند نام جو خاص طور پر یاد ہیں، وہ یہ ہیں: جناب ڈاکٹر فخر الاسلام صاحب، مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی صاحب، ڈاکٹر محمد خالد صاحب (شعبہ معاشیات، شبلی کالج)، مولانا کلیم صفات اصلاحی، حافظ قمر عباسی صاحب، ڈاکٹر سراج الدین خاں صاحب اور سلیم جاوید اعظمی و جناب محمد طارق صاحب (فرزندان مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم)۔ ان سب کے خلوص کو قلم بند کرنا مشکل ہی نہیں، بلکہ ناممکن سا ہے۔

اس ادارہ کی شہرت و عظمت کے بارے میں بہت سنتے آئے تھے، یہاں آ کر اس کے مظاہر اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس کے علمی و تحقیقی و تصنیفی کارناموں سے روشناس ہونے کا موقع ملا اور اس کے بیش بہا کارناموں نے ذہن و دماغ پر جو نقش چھوڑا ہے وہ تا دیر قائم رہے گا۔ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ سیرت، اسلامی علوم اور تاریخ و تمدن کے میدان میں اس اکیڈمی نے اردو زبان میں جو بیش بہا کارنامے انجام دیے ہیں، دوسری اکیڈمیاں تمام تر وسائل کے باوجود اس باب میں ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ میرے دل میں علامہ شبلی کی عظمت ان کی کتابوں کو پڑھ کر اور ان کے بارے میں سن کر پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی، مگر اکیڈمی میں ان کے عظیم الشان و قابل قدر کارناموں کو دیکھ کر ان کی عظمت دو چند ہوگئی۔ علامہ شبلی سے واقفیت تو تھی، مگر سید سلیمان ندویؒ سے میری کوئی واقفیت نہ تھی۔ جب ان کا تعارف کرایا گیا، تو دورانِ تعارف پتہ چلا کہ ان کا تعلق دسنہ، پھلواری شریف (پٹنہ بہار) ہے، تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی، کیوں کہ ناچیز کا تعلق بھی اسی صوبے سے ہے اور یہ سن کر مزید مسرت ہوئی کہ صدر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پروفیسر سید احسن صاحب ان کے نواسے ہیں۔

اکیڈمی کے تئیں وہاں کے رفقاء، محققین اور کارکنان کا جذبۂ خدمت قابلِ فخر اور لائق ستائش ہے۔ یہ لوگ ملازمت نہیں، بلکہ محنت، لگن اور خلوص سے اپنے کام انجام دیتے ہیں۔ تنخواہ کی فکر نہیں ہے۔ فکر ہے تو اکیڈمی کی فلاح و بہبود کی۔ اکیڈمی کی لائبریری میں مختلف موضوعات پر کتب و رسائل کا انتہائی قیمتی و نایاب ذخیرہ ہے۔ مطالعہ و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے لیے یہاں بہت ہی پرسکون ماحول ہے۔ علم و دانش کے اس گہوارہ میں کچھ دن قیام کی خواہش تھی، مگر وقت اور ریزرو ڈ ٹکٹ نے اس کا موقع نہیں دیا۔ ۲۷ر فروری ۲۰۱۵ء کی شام کو کیفیات اکسپریس سے علی گڑھ واپسی ہوگئی۔ چلتے وقت ایک حسرت بھری نگاہ اکیڈمی پر ڈالی اور رخصت ہو گئے۔ ۲۸ر فروری ۲۰۱۵ء کی صبح جہاں سے ہمارا مختصر قافلہ چلا تھا، وہاں پہنچ کر اپنا سفر مکمل کیا۔

اخبار علمیہ

''قرآن کا کرد ترجمہ''

کرد زبان میں قرآن مجید کے متعدد ترجمے پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ وہ انفرادی کوششوں کا نتیجہ تھے جن میں بعض اختلافات بھی پائے جاتے تھے، لیکن جریدہ ''صباح'' کی خبر کے مطابق اب یہ ترجمہ ترکی میں مذہبی امور کے ریاستی دفتر کے زیر اہتمام شائع کیا جارہا ہے۔ جس کے مسودے کا کرد زبان کے ماہرین اور بعض دوسرے علما نے تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہ ترجمہ خاص طور پر جنوب مشرقی اناطولیہ میں رہنے والی کرد اقلیتی آبادی کے علاوہ حج یا عمرہ پر جانے والے عازمین میں تقسیم کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ ترکی میں ماضی میں کرد زبان کے استعمال پر پابندی عاید تھی لیکن یہ پابندی بتدریج حکومت نے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ترجمہ کی اشاعت کردوں کی مسلح مزاحمت کے پُرامن خاتمہ کی جانب حکومت کا ایک مستحسن قدم ہے۔ (افکار ملی، جون ۲۰۱۵ء)

''عالم اسلام کی شرح خواندگی پر رپورٹ''

اسلامی تنظیم ایسسکو "ISESCO" مراکش نے انکشاف کیا ہے کہ عالم اسلام میں مردوں میں ناخواندگی کی شرح ۴۰ اور عورتوں میں ۶۵ فیصد ہے۔ اسی طرح شہری علاقوں کی بہ نسبت دیہی علاقوں میں یہ شرح ۱۰ فیصد زیادہ ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ او آئی سی ممبر ممالک میں تعلیم بالغان کی شرح ۷۳ فیصد ہے جو عالمی شرح خواندگی بالغان ۸۲ فیصد اور دوسرے ترقی پذیر ممالک کی شرح خواندگی بالغان ۸۵ فیصد سے کافی کم ہے۔ یہ بات ۲۰۱۳ء کے اعداد وشمار کی بنیاد پر بتائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ او آئی سی ممبر ممالک میں ناخواندہ افراد کروڑوں کی تعداد میں ہیں جن میں اکثریت خواتین کی ہے۔ (آئی آئی این اے جدہ)

''موصل کا کتب خانہ''

عراق۔ سومری، اکادی، اشوری، بابلی اور عرب تہذیبوں کی جائے پیدائش ہے۔ زراعت اور فن تحریر کی ابتدا اسی سرزمین سے ہوئی۔ اطلاع کے مطابق اس کے علاقہ ''موصل'' کے ایک عوامی کتب خانہ کو داعش نے تاراج کرکے اپنی علم دشمنی کا حیرت انگیز مظاہرہ کیا ہے۔ اس لائبریری میں

تقریباً آٹھ ہزار نادر و نایاب کتابیں اور قدیم مخطوطات کے علاوہ اٹھارہویں صدی عیسوی کے مخطوطات، انیسویں صدی میں قائم عراق کے پہلے پرنٹنگ پریس میں شائع ہونے والی سریانی زبان میں کتابیں، عہد عثمانی کی کتابیں، بیسویں صدی کے اوائل کے اخبارات اور کچھ قدیم نوادرات جیسے ایک اصطرلاب اور ریت گلاس جس کو قدیم عرب استعمال کرتے تھے، موجود تھے۔ اس کے علاوہ ۱۰۰ سے زیادہ قابل ذکر خانوادوں کے ذاتی کتب خانے بھی اس میں شامل تھے۔ (تعمیر فکر، مارچ۔اپریل ۲۰۱۵ء)

''تاجکستان میں ایک عجیب قانون کو منظوری''

تاجکستان کی ۹۹،۴ فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور یہ وسطی ایشیا کا واحد ملک ہے جہاں سب سے زیادہ مسجدیں ہیں، لیکن اس ملک میں داڑھی، حجاب اور ۳۵ سال سے کم عمر کے افراد کے حج پر پابندی ہے۔ اب ایک خبر کے مطابق اس ملک کی وزارت انصاف نے ایک ایسے قانون کو متعارف کرایا ہے جس کے مطابق بچوں کے ایسے نام نہیں رکھے جاسکتے جو ملک کی تہذیب و ثقافت کے مزاج کے خلاف ہوں یا ان سے بچوں میں اسلام کے ساتھ گہرے تعلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پچھلے چند سالوں میں عائشہ، آسیہ، سمیہ اور خدیجہ جیسے ناموں نے وہاں خاصی مقبولیت حاصل کرلی ہے۔ اس سے ملک کے تہذیبی مزاج کو ان کے مطابق خطرہ بڑھ گیا ہے۔ وزارت کی جانب سے باقاعدہ ناموں کی فہرست بھی تیار کی گئی ہے جس میں عربی نام خاص طور پر شامل کیے گئے ہیں۔ قانون کے مطابق بچے کے نام کے ساتھ لفظ خلیفہ، شیخ یا امیر کا لاحقہ غیر قانونی ہے۔ محمد، ابوبکر اور یوسف نام تو قطعاً نہیں رکھے جاسکتے۔ (صراط مستقیم، برمنگھم، جون ۲۰۱۵ء)

''برطانیہ میں فروغ اسلام پر جائزہ رپورٹ''

ایک جائزہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ برطانیہ میں اسلام سب سے تیزی سے بڑھنے والا مذہب ہے اور چرچ آف انگلینڈ کے پیروکاروں کی تعداد کم ہورہی ہے۔ نٹ سن کے برطانوی سوشل ایٹی ٹیوڈس سروے کے مطابق گزشتہ دو سالوں میں چرچ آف انگلینڈ کے ۲۰ لاکھ پیرو کم ہوئے ہیں تو اسلام کے ماننے والوں کی تعداد میں ۱۰ لاکھ تک اضافہ ہوا ہے تاہم اب بھی سب سے بڑی تعداد ملحدین یعنی مذہب بیزاروں کی ہے اور یہ کل آبادی کا ۴۹ فیصد ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں ملحدین کل آبادی کے ۳۱ فیصد اور

ایک دہائی پہلے ۴۳ فیصد تھے۔۱۹۸۳ء میں ملحدوں کی تعداد ۲۸ء۱ کروڑ تھی جو۲۰۱۴ء میں ۴ء۲ کروڑ ہوگئی۔اس کے باوجودنٹ سن کے جائزے میں کہا گیا ہے کہ برطانوی نوجوان کم تعداد میں چرچ آف انگلینڈ کا رخ کرتے ہیں۔۱۹۸۳ء میں ۴۰ فیصد چرچ کے پیروکار تھے،۲۰۱۴ء میں یہ تعداد گھٹ کر ۱۷ فیصد تک رہ گئی ہے۔اسی کے ساتھ ۱۹۸۳ء میں اسلام کو ماننے والوں کی تعداد کل آبادی کی محض ۶ء۰ فیصد تھی جو ۲۰۱۴ء میں بڑھ کر تقریباً ۵ فیصد تک پہنچ گئی ہے۔(اخبار مشرق، ۳/جون ۲۰۱۵ء)

”دو نئے ذرات دریافت“

ذرات کو توڑنے والی دنیا کی سب سے بڑی تجربہ گاہ میں تجربوں نے اس بات کی تصدیق کردی ہے کہ ایٹم کے اندر مزید دو ذیلی ذرات پائے جاتے ہیں جن کا وجود اب تک محض سائنس دانوں کے خیال میں تھا۔ان نئے دریافت شدہ ذرات کا نام xi-b اور *xi-b رکھا گیا ہے۔اس کی تصدیق یورپین تنظیم برائے ذراتی تحقیق CERN نے کی ہے۔(تعمیر فکر، مارچ۔اپریل ۲۰۱۵ء)

”زحل پر زیر زمین آبی سمندر دریافت“

سائنس دانوں کو یقین ہے کہ اس لامتناہی کائنات میں زمین کے علاوہ بھی کہیں نہ کہیں زندگی موجود ہے۔اس خلائی مخلوق کا پتہ لگانے کی خواہش ان کا جنون بن گئی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جہاں پانی ہوگا وہاں کسی نہ کسی شکل میں زندگی ضرور موجود ہوگی۔اس سلسلہ میں ان کی خصوصی توجہ مریخ اور دیگر سیاروں پر ہے۔خبر ہے کہ ناسا کے خلائی جہاز ”کیسینی“ اور ”ڈیپ اسپیس نٹ ورک“ نے زحل کے چاند Enceladus پر زیر زمین آبی سمندر دریافت کرلیا ہے۔اس دریافت کے بعد اس سیارے سے ان کی دلچسپی مزید بڑھ گئی ہے۔اس سے پہلے ۲۰۰۵ء میں خلائی جہاز نے زحل کے چاند کی فضا میں آبی بخارات کا سراغ لگایا تھا،جس کے بعد سائنس دانوں نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہاں پانی موجود ہوسکتا ہے۔اس دریافت نے ان کے خیال کو سچ کر دکھایا ہے۔(تفصیلی رپورٹ اخبار مشرق، ۲۷/مئی کے شمارہ میں دیکھی جاسکتی ہے)

ک،ص اصلاحی

غیر مطبوعہ چند مکتوبات سلیمانی

ڈاکٹر خالدہ صدیقی

حضرت سید سلیمان ندویؒ کے زیر نظر خطوط میں سے چار کے مکتوب الیہ مولانا قاضی رضوان الدین مرحوم ہیں۔ پانچواں خط پروفیسر سعید رضا صاحب (بمبئی) کے نام ہے۔

حضرت سید صاحب نے ۱۶/ جولائی ۱۹۴۶ء سے آخر مئی ۱۹۵۰ء تک قاضی ریاست بھوپال کے عہدے کو رونق بخشی۔ اس دوران میرے نانا مولانا قاضی رضوان الدین مرحوم نے نائب قاضی کے عہدے پر کام کیا۔

مولانا قاضی رضوان الدین مرحوم کا تعلق اس خاندان سے ہے جس کے بارے میں حضرت سید صاحب فرماتے ہیں۔ ''یہاں علم کی مشعل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے خاندان سے مولانا عبدالحئی بڑھانوی کے صاحب زادے مولانا عبدالقیوم صاحب لائے تھے''۔ (حیات سلیمان، ص ۵۱۶)

مولانا قاضی رضوان الدین مرحوم اولاً مدرسہ سلیمانیہ پھر جامعہ احمدیہ میں مدرس ہوئے۔ تیس سال تک مختلف علوم وفنون کا درس دیا اور آخر میں نائب قاضی ریاست مقرر ہونے تک جامعہ احمدیہ کے صدر مدرس رہے۔ ان کو تدریسی خدمات اور محکمہ قضاۃ میں اعلیٰ کارکردگی کے اعتراف میں نواب حمید اللہ خاں فرماں روائے ریاست بھوپال نے ضیاء العلوم کے خطاب سے نوازا۔ قاضی رضوان الدین صاحب کی وفات اگست ۱۹۵۵ء میں ہوئی۔ اس وقت وہ سابقہ علاقہ ریاست بھوپال کے قاضی کے منصب پر فائز تھے۔

پانچواں خط پروفیسر سعید رضا صاحب (بمبئی) کے نام ہے۔ اس پوسٹ کارڈ پر ۱۴/ اپریل

ڈپارٹمنٹ آف عربک، برکت اللہ یونیورسٹی، بھوپال۔

۱۹۵۰ء تاریخ درج ہے۔ نامکمل پتے کی وجہ سے یہ پوسٹ کارڈ حضرت سید صاحب کے بھوپال سے روانہ ہونے کے بعد جون ۱۹۵۰ء میں دارالقضاۃ میں واپس آ گیا تھا۔ سید صاحب ۱۵/ اپریل ۱۹۵۰ء کو بھوپال سے روانہ ہو گئے تھے۔ ۲۵/ مئی ۱۹۵۰ء کو سید صاحب کو کسٹوڈین آفیسر کے اجلاس مقدمہ کی پیشی میں بھوپال آنا پڑا۔

خطوط کو ان کے عکس کے ساتھ اس لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ حضرت سید صاحب کی تحریر نظر افروز ہو، چونکہ یہ صاف اور واضح ہے اس لیے الگ سے ان کی کتابت نہیں کی گئی۔ میرے خاندان کے لیے یہ خطوط کسی قابل فخر سرمایہ سے کم نہیں، اب یہ سرمایہ معارف کی نذر ہے۔

Syed Sulaiman Nadwi
By Air Mail
AIRMAIL
Molana Molavi Mohamed Rizwan El Din Saheb, Kazi Riasat Bhopal
Kaza Department
Next Moti Masjid
(Central
Bhopal State
10869

بنگلور

برادرم

السلام علیکم

والسلام

وفیات

مولانا شاہ شبیر عطا ندوی

رائے بریلی سے عزیز گرامی مولانا محمود حسن حسنی نے فون پر اطلاع دی کہ مولانا شاہ شبیر عطا ندوی کا انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۷؍ جون کو انہوں نے الہ آباد میں اس دنیوی زندگی کو الوداع کہا، اگلے دن ان کے وطن سلون کے آبائی قبرستان میں ہزاروں لوگوں نے زمین کی یہ امانت پھر اس کے حوالہ کردی۔

سلون، رائے بریلی ضلع کی تحصیل ہے، لیکن اس کی اصل شہرت خانقاہ کریمیہ چشتیہ کی وجہ سے ہے، قریب چار سو سال پہلے شاہ پیر محمد سلونی نے اس علاقہ کے لوگوں کی ہدایت و تربیت کے لیے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ خانقاہ علم و حکمت اور تزکیہ و تربیت کا ایسا مرکز بنتی گئی جہاں دل و نظر کی حضوری کے نہ ہونے کا شکوہ نہیں کیا جا سکتا۔ علم و عمل نے اس کو ایسی جامعیت بخشی کہ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اس کی اور مثال یا تو خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف ہے یا پھر جونپور کی خانقاہ رشیدیہ۔ اس جامعیت کا سب سے خوبصورت مظہر مولانا شاہ حلیم عطا کی ذات گرامی تھی، وہ ندوہ میں استاد تھے لیکن ان کی ذہانت، قوت حافظہ، استحضار علم، کثرت مطالعہ اور وسعت معلومات نے ان کو واقعی غیر معمولی بنا دیا تھا۔ ان کو فنا فی العلم بلکہ زندہ و ناطق کتب خانہ سے تعبیر کیا گیا۔ شاہ شبیر عطا ندوی ان ہی کے صاحب زادے تھے۔ ندوہ کے فاضل اور کچھ عرصہ تک وہاں مسند تدریس کو بھی رونق بخشی، غالباً ۶۴ء کے قریب وہ دارالمصنّفین سے بھی وابستہ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پچیس تیس کی رہی ہوگی لیکن ''معارف'' میں ان کے دو مبسوط قسط وار مقالے ابوحیان توحیدی اور مورخ مسعودی پر اس شان کے چھپے کہ کہیں بھی لکھنے والے کی نومشقی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ زبان و بیان اور اس سے زیادہ ان مضامین کی محققانہ شان، لکھنے والے کی غیر معمولی اٹھان کی بشارت دے رہی تھی، نقد و جرح نے ان مضامین کو ایک قیمت عطا کی، مثلاً مسعودی کے مذہب کے بارے میں مختلف رایوں کو پیش کرنے کے بعد انہوں نے یقین سے یہ نتیجہ نکالا کہ اس کا تعلق اعتزال سے تھا۔ اس کے لیے انہوں نے بہ تفصیل دلائل دیے۔ لیکن دارالمصنّفین میں ان کا قیام مختصر رہا اور یہ واقعی افسوس کی بات ہے کہ بعض

دوسرے غیر اہم لیکن خود ان کے لیے بدرجہ مجبوری ضروری کام اور اہم کاموں کے لیے حجاب بن گئے۔ خانقاہ کے مسائل اور سجادگی نے ان کو علمی کاموں کی مہلت نہیں دی۔ جب نومبر ۹۵ء میں دارالمصنّفین میں رابطہ ادب اسلامی کا عظیم الشان سمینار رہا تو عرصہ بعد نگاہ و دل کی دنیا میں شمعوں کے روشن ہونے کا احساس اس وقت ہوا جب وہ کتب خانہ میں داخل ہوئے اور قریب تیس پینتس سال کے بعد بھی انہوں نے مدرسہ ثانویہ کے ایک بچہ کو اس کے نام سے بلا کر یاد رکھا۔ دل چاہا کہ دارالمصنّفین کی ان کی یادوں کی کرنوں کو سمیٹ لیا جائے مگر وقت نے اس کی فرصت نہیں دی۔ شاہ صاحب کی نفاست و نزاکت، خوش لباسی اور جامہ زیبی اور ان کی وجاہت و لطافت طبع کی وجہ سے کہا جاتا تھا کہ وہ اودھ کی تہذیب کے دلکش نمونہ ہیں، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ان کی صفت تواضع اور دنیا سے بے نیازی، ان کی طبیعت کا اصل جوہر رہی۔ ان کی وضع داری کمال کی تھی، حق ہے کہ وہ مخفی و مستور الحال باکمال تھے۔ عجب معاملہ ہے کہ ان کے والد شاہ حلیم عطاؒ کی وفات بھی الہ آباد میں ہوئی، تدفین کے لیے میت سلون لائی گئی، شاہ شبیر عطا کی قسمت میں بھی یہی عمل آیا۔ اور جوہر تو عام نگاہوں کے لیے تب کھلے جب نماز جنازہ میں ہزاروں کی خلقت امنڈ پڑی اور ان کی خواہش کے مطابق حضرت مولانا سید محمد رابع ندوی نے یہ نماز پڑھائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

خواجہ حسن ثانی نظامی

اس سے پہلے ۱۵/مارچ کو خواجہ حسن ثانی نظامی نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا، وہ درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء کے سجادہ نشین ہی نہیں، اس کی صدیوں کی روایتوں کے امین بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے مریدوں کی تعداد لاکھوں میں ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم یہ بات ہے کہ خواجہ حسن نظامی جیسی متنوع، بوقلموں اور پہلودار شخصیت کی جانشینی آسان نہ تھی لیکن حسن ثانی مرحوم نے جس وقار و متانت سے یہ ذمہ نبھائی وہ واقعی قابل داد ہے۔ خواجہ حسن نظامی کی البیلی اردو نے ان کو صاحب طرز انشا پرداز بنایا تھا، دلی کی ٹکسالی اور مستند زبان پر عبور میں وہ اپنی نظیر آپ تھے کم وبیش یہی بات خواجہ حسن ثانی کے بارے میں کہی جاسکتی ہے، رسالہ منادی میں ان کی تحریروں کا انتظار رہتا اور اگر نام کا اظہار نہ ہوتا تو والد وولد کے اسلوب کا فرق مشکل ہوجاتا، حد یہ ہے کہ عرس کے دعوت نامہ کی ان کی تحریریں بار بار پڑھنے اور ہر بار نئے لطف پانے کا سبب بن جاتیں۔ فوائد الفواد کا انہوں نے اردو، ہندی ترجمہ کیا۔ اور بھی کئی کتابیں لکھیں، مضامین تو بے شمار لکھے لیکن ان کی سب سے بڑی خوبی یہ رہی کہ انہوں نے دلی کی تہذیبی وثقافتی

وراثت کو اپنی حد تک اور بڑی حد تک قائم رکھا۔ غالب اکیڈمی، اردو اکیڈمی اور انجمن ترقی اردو جیسے اداروں سے وہ عملاً وابستہ رہے۔ یہ ابھی کے دنوں کی بات ہے کہ دلی کی کسی ادبی و علمی مجلس کا تصور بھی ان کے بغیر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ وہ دارالمصنّفین کے قدردانوں میں تھے۔ ۸۸ء میں سید صباح الدین عبدالرحمن مرحوم کی یاد میں دلی میں ایک جلسہ ہوا، مالک رام، پروفیسر مشیرالحق، مولانا عبداللہ عباس ندوی، نثار فاروقی، خلیق انجم، یونس سلیم، قمر رئیس، شریف الحسن نقوی غرض دلی نے جیسے اپنا پورا خزانہ کہکشاں کی شکل میں بکھیر دیا تھا۔ اس میں سب سے نمایاں خواجہ صاحب ہی تھے۔ اس جلسہ کی نظامت پروفیسر ارتضیٰ کریم نے کی تھی۔ یہ شاید دلی کی آخری بہار تھی، آہستہ آہستہ خواجہ صاحب جیتے جی اس منظر نامے سے اوجھل ہونے لگے، ۱۲ء کے منادی کے بعض شماروں میں ان کی تصویروں سے اندازہ ہوا تھا کہ دلی کی تاریخ وتہذیب کی طرح خواجہ صاحب بھی شکستگی و پژمردگی سے دوچار ہیں، معلوم ہوا کہ دل کا مرض اب بے قابو ہو چکا ہے۔ آخر وقت موعود آگیا اور درگاہ کے خواجہ ہال میں ان کو اپنے والدین کے نزدیک جائے قرار مل ہی گئی۔ غفر اللہ لہ۔

جناب اخترمسلم

ایک اور صدمہ، پاکستان میں دارالمصنّفین کے عاشق اور معارف نواز جناب اختر مسلم کے سانحہ ارتحال کا ہے۔ ان کی وفات کی خبر کون دیتا، اتفاق سے کراچی کے موقر رسالہ فرائیڈے اسپیشل میں ظہیرالدین بھٹی صاحب کے مضمون سے ان کے حالات اور ان کی وفات کی خبر ملی، سخت صدمہ ہوا فون پر ان کی باتیں یاد آنے لگیں، خدا جانے ان کو دارالمصنّفین سے کتنی محبت تھی، بچپن میں انہوں نے کراچی میں حضرت سیدؒ صاحب کو دیکھا تھا، اس دید کا ذکر بار بار کرتے، خیام کے انگریزی ترجمہ کا ایک نایاب نسخہ ملا تو فوراً بھجوایا، کبھی کبھی مضمون بھی بھیجتے، خطوں میں لا غالب الا اللہ ان کا شعار تھا، اس کی بڑی خوبصورت کتابت کرتے، ایک بار یہ سمجھ کر داد دی گئی کہ وہ پنجابی ہیں، اس کے باوجود لکھنوی لب ولہجہ کی خوشبو ان کی گفتگو میں ہے، انہوں نے یہ داد بڑے انکسار سے قبول کی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پنجابی اور سندھی بھی اسی طرح بولنے پر قادر تھے۔ کراچی سے لاہور منتقل ہوئے تو ان کا سب سے بڑا سرمایہ یعنی ذخیرہ کتب راستہ میں ضائع ہوگیا، یہ سانحہ ایک روگ بن گیا، مصائب اور بھی تھے لیکن صبر وشکر بھی اسی درجہ کا رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر جزیل سے نواز کر اپنی رحمتوں کے سایہ میں جگہ دے۔ (آمین) ع۔ص

ادبیات

غزلیں

جناب شوقؔ مانوی*

سن لی آوازِ شکستِ جام ، اچھا الوداع
ساقیا، سمجھے ترا پیغام ، اچھا الوداع

تھے بہت بیزار ہنگاموں سے دنیا کے، مگر
تیری محفل میں بھی یہ کہرام، اچھا الوداع

راہِ الفت ساتھ طے ہو، خیر یہ قسمت کہاں
اب ترا غم ہی سہی ہر گام ، اچھا الوداع

دورِ عسرت ہے کہاں تک ساتھ دیں گے آپ بھی
ہوگئی اب زندگی کی شام ، اچھا الوداع

دل مسلسل قرب کا طالب، تمھیں جانے کی ضد
عشرتِ دنیا ہے غم انجام ، اچھا الوداع

جا، مرے مرنے کا غم کیا، اپنے دامن کو بچا
تجھ پہ آجائے نہ یہ الزام ، اچھا الوداع

رخصت اے جانِ غزل، یہ شوقؔ خوش افکار بھی
تیری محفل سے چلا ناکام ، اچھا الوداع

جناب وارثؔ ریاضی**
(جناب جمیل مانوی صاحب کی نذر)

عمر گزری مے کدے میں ہاؤ ہو کرتے ہوئے
قلب کو شائستۂ جام و سبو کرتے ہوئے

دل میں لاکھوں حسرتیں انگڑائیاں لینے لگیں
ساقیِ نا مہرباں سے گفتگو کرتے ہوئے

رائیگاں بہتا گیا ہر قطرۂ خونِ وفا
ان کی خوے دل بری کو سرخ رو کرتے ہوئے

اس مجسم بے وفا کے دل کو ملتا ہے سکوں
اپنے دیوانوں کا خونِ آرزو کرتے ہوئے

کس نے دیکھا ہے کسی کو آج تک میری طرح؟
چاکِ دل کو سوزنِ غم سے رفو کرتے ہوئے

گلشنِ ارض و سما سے لامکاں تک آ گیا
نقشِ پاے کارواں کی جستجو کرتے ہوئے

چشمِ بینا ہے اگر، گلزار رنگ و بو میں دیکھ!
صبح دم پھولوں کو شبنم سے وضو کرتے ہوئے

کیا خبر دنیا کو وارثؔ؟ میں بڑی مشکل میں ہوں
دل کے آئینے کو، ان کے روبہ رو کرتے ہوئے

---

* سہارن پور۔

** کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، پوسٹ بسوریا، وایا لوریا، مغربی چمپارن، بہار۔ ۸۴۵۴۵۳

مطبوعات جدیدہ

علامہ اقبال شخصیت اور فکر وفن : از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، متوسط تقطیع، بہترین کاغذ وطباعت، مجلد، صفحات ۳۲۴، قیمت: ۳۵۰/روپے، پتہ: ۱۱۶۔میکلوڈ روڈ، لاہور، پاکستان۔

اس کتاب کے پیش نامہ میں کہا گیا کہ علامہ اقبال کی شاعری اور فکر سے نئی نسل کو آگاہ کرنا، پہلے سے زیادہ ضروری ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال کے مطالعہ کا عمل لامتناہی ہے، اردو ادب میں ایسا تسلسل شاید ہی کسی اور کے حصہ میں آیا ہو اور یہ بے وجہ و بے مقصد بھی نہیں۔ کیونکہ عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے اور صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اقبال کی شاعری اور فکر کے دھارے بنیادی طور پر اسلام کے سرچشمہ علم و دانش سے ملتے اور نکلتے ہیں، اسی لیے اس شاعری میں رفتار بھی ہے اور کردار بھی۔ ایسا کردار جو دم بدم تغیرات کی شکار دنیا میں ایک مستحکم اور پائیدار شناخت قائم رکھنے میں کامیاب ہے۔ اس لیے اقبالیات پر ہزاروں کتابوں اور مضامین کے باوجود، کچھ اور کی طلب فطری ہے۔ یہ کتاب بھی اسی تقاضہ کی ایک شکل ہے۔ فاضل مصنف کا شمار ماہرین اقبالیات میں ہے۔ ان کی اور بھی کتابیں اور مقالات ہیں مگر اس کتاب میں انہوں نے شروع ہی میں واضح کر دیا کہ یہ کتاب اس عام قاری کے لیے ہے جو اقبال کو زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن کتاب میں بقول مصنف ایسے واقعات و بیانات ہیں جو سوانح اقبال کی عام کتابوں میں نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ بعض بیانوں اور نکتوں بلکہ غلط فہمیوں کی اصلاح و تصحیح بھی ہے۔ اس سے محض عام قاری کے لیے کتاب کا لکھا جانا مصنف کا مبنی بر انکسار، اظہار ہی کہا جائے گا۔ کتاب میں دیباچوں اور پیش لفظ کے علاوہ چوبیس ابواب ہیں۔ پہلا باب آبا میرے لاتی و مناتی اور آخری باب لطف قرآن سحر باقی نماند کے عنوانوں سے ہے۔ باقی ابواب کے بھی ایسے عنوانات ہیں جو مضامین درباب کا گویا خلاصہ بن جاتے ہیں جیسے شراب علم کی لذت، آخر مل گیا وہ گل مجھے، رفتم بہ تماشائے خرابات فرنگ، لیکن مجھے اعماق سیاست

سے ہے پرہیز وغیرہ۔اقبال کا مطالعہ خواہ وہ کسی زاویہ سے ہو لطف ولذت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کتاب میں لذت اس کے بیانیہ سے ہے، جس کو داستانی رنگ نے دلکشی عطا کردی ہے۔ہاں کچھ صحافیانہ جملوں جیسے ''خیال رہے الخ''، ''.... دس بیٹے پیدا ہوئے مگر سوئے اتفاق سے ان میں کوئی الخ'' سے سابقہ پڑتا ہے لیکن بیان کی روانی میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ ایک ہی جملے میں سوامی رام تیرتھ کو صوفی منش اور پھر صاحب حال و یدانتی صوفی بھی کہہ دیا گیا۔اس قسم کے جملے بھی ہیں کہ ''.... محفل آرائی ہوتی ہوگی، ممکن ہے وہ.... چلے جاتے ہوں''، ''کبھی سوچا ہوگا، شاید، ممکن ہے، کبھی سوچا ہو'' وغیرہ۔لیکن اس سے بیان کی واقعیت پر اثر نہیں پڑتا، عطیہ فیضی کے متعلق یہ جملہ اچھا بھی ہے اور کئی معاملات میں قول فیصل بھی کہ ''عطیہ کے تضادات، غلط بیانیوں اور ادعا پسندی پر کم ہی لوگوں کی نظر گئی''۔ایک جگہ ایک نکتہ کی نشان دہی کی گئی ہے کہ اقبال کے آخری زمانہ میں فقہ اسلامی کا مسئلہ ان کے لیے سب سے زیادہ اہم ہوگیا، اتنا کہ فلسفہ اور تصوف جیسے موضوعات کی اہمیت نہیں رہ گئی۔اور کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کا سب سے پر کیف باب وہ ہے جس کا عنوان ''کہ من دارم ہوائے منزل دوست'' ہے اور جو علامہ اقبال کے حب نبویؐ کا بڑا موثر ترجمان ہے۔دیکھا جائے تو پوری کتاب ہی علامہ اقبال کی زندگی کی سچی ترجمان ہے۔اقبال اکادمی اس کتاب کے لیے اور اپنی دوسری مطبوعات کے لیے دلی تبریک کی مستحق ہے۔معارف پر ادارہ کی کئی کتابوں کے تعارف وتبصرہ کا قرض ہے۔افسوس ہے کہ ادائے قرض میں تکلیف دہ تاخیر ہوجاتی ہے لیکن یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں ہمیشہ تازہ و شاداب رہنے اور رکھنے والی ہیں۔

آزاد ہندوستان میں عربی زبان وادب: از ڈاکٹر محمد ارشاد ندوی نوگانوی، متوسط تقطیع، کاغذ و طباعت مناسب، صفحات ۵۲۷، قیمت: ۵۰۰/روپے، پتہ: اولڈ کیمو مشین فیکٹری، محلہ لال مسجد، رامپور یوپی اور الفرقان بک ڈپو، ۱۱۴/۳۱، نیا گاؤں ویسٹ، نظیر آباد، لکھنؤ۔۱۸۔

عربی زبان و ادب اور ہندوستان کے تعلق سے کئی عمدہ اور اہم کتابیں ہیں لیکن

۱۹۴۷ء کے بعد کے آزاد ہندوستان میں عربی زبان و ادب کے وجود و ارتقا کی بحث نے اس کتاب کو انفرادیت دے دی ہے اور یہ اس لیے کہ لائق مصنف کو یہ احساس ہے کہ آزاد ہندوستان کو بیسویں صدی کے نصف اول کے مقابلہ میں کچھ امتیاز تو حاصل ہے اوراس کی وجہ بھی ان کی نظر میں یہ ہے کہ آزادی سے پہلے ہندوستان کا عربوں سے ایسا رابطہ نہیں تھا جو بعد میں جدید آلات و وسائل کی وجہ سے ہوا۔ اخبارات اور کتابوں کی آمد اور خود عرب ملکوں سے ہندوستانی عوام کے معاشی و سیاسی ربط وضبط نے عربی زبان کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا، مصنف کے سامنے یہ حقیقت بھی رہی کہ عربی ادب کا فروغ تو ہوا لیکن اس میں پھیلاؤ زیادہ رہا گہرائی کم۔ یہ دعویٰ بجائے خود دلچسپ اور لائق بحث ہے اسی لیے نوجوان مصنف نے اس مقالہ میں اسی پہلو پر زیادہ توجہ دی اور بڑی محنت و جستجو سے گذشتہ صدی کے نصف اول و دوم کا موازناتی تجزیہ کیا اور بڑی خوبی اور جامعیت سے ہندوستان اور عربی زبان اور اسلام کی آمد اور پھر عہد بہ عہد اہم عربی اصحاب قلم کی خدمات کی جھلک پیش کردی۔ ظاہر ہے بیسویں صدی کے اہم عربی مصنفوں کا ذکر تو ہونا ہی تھا، لیکن آزادی کے بعد کے اہل قلم کا اتنا مفصل ذکر شاید ہی پہلے کہیں آیا ہو۔ اس کے علاوہ کچھ اور مفید ابواب ہیں، جن میں عربی اہل قلم خواتین، عربی صحافت اور نشر و اشاعت کے مراکز کا ذکر آ گیا ہے۔ ان میں دائرۃ المعارف العثمانیہ، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ادارۃ البحوث الاسلامیہ کے ساتھ سرفہرست دارالمصنّفین کی خدمات کا ذکر ہے۔ البتہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی کو ندوی لکھ دیا گیا۔ پروفیسر مسعودالرحمن خاں کے والد تاج المساجد کے محصل نہیں بلکہ ریاست بھوپال میں کلکٹر تھے۔ مصنف کا تحقیقی مقالہ ہے اور بجا طور پر ان کو ڈاکٹریٹ کی سند ملی۔ تاہم زبان واسلوب کو سنبھالنے اور سنوارنے کی ضرورت تھی، کتابت کی غلطیاں بھی کچھ زیادہ ہیں ہیں۔ کتاب ۲۰۰۹ء میں چھپی تھی، اب چھپتی تو شاید عربی اہل قلم کی فہرست میں کچھ اور نام ہوتے جیسے محمد اجمل ایوب اصلاحی، ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی، ڈاکٹر محمد طارق ایوبی، ڈاکٹر ولی الدین اور ڈاکٹر فہیم اختر ندوی وغیرہ۔

عائشہ بی: از مولانا محمود حسن حسنی ندوی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۳۲۸، قیمت: ۲۳۰ روپے، پتہ: مکتبۃ

الشباب العلمیہ، ندوہ روڈ، لکھنؤ اور لکھنؤ کے معروف مکتبے۔

یہ کتاب تکیہ رائے بریلی کے خانوادہ حسنی کی ایک ایسی خاتون کی نیک زندگی کا بیان ہے، جنھوں نے اپنے علم وقلم سے بے شمار مسلمان گھرانوں کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ رسالہ ''رضوان'' لکھنؤ نے ساٹھ، ستر کی دہائی سے مسلم خواتین کی اصلاح وتربیت کی جو خدمت انجام دی، اس کا جب بھی جائزہ لیا جائے گا تو محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ کی تحریروں کا ذکر نمایاں ہوگا، ریاض الصالحین کے اردو ترجمہ زاد سفر کی مقبولیت بے مثال ہے، احادیث شریفہ کا اتنا سلیس وشگفتہ ترجمہ، ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ بچوں کے لیے قصص الانبیاء اور بعض اور کتابیں آج بھی تاثیر میں بے نظیر ہیں۔ ان کی نعتوں اور مناجاتوں کے تین مجموعے شائع ہوئے۔ یہ نعتیں اور مناجاتیں بے شمار خواتین کی زبانوں پر آج بھی ہیں اور رسالہ ''رضوان'' میں تو ان کی تحریریں پابندی سے شائع ہوتی تھیں۔ اردو کے تانیثی ادب کی بات اگر سچائی سے ہو تو محترمہ امۃ اللہ تسنیم کا نام سرفہرست ہوگا، ان کا اصل نام عائشہ تھا۔ اس کتاب میں ان کے حالات اور معمولات روز وشب، سب آج کل کی مسلمان خاتون کے لیے نمونہ وتقلید کے لائق ہیں۔ مرحومہ کی زندگی میں حضرت سید صاحب کی سیرت عائشہؓ کا خاص دخل رہا، اس کتاب کو حرز جاں بنا لینے کے اور اس کے مضامین کو روح میں جذب کر لینے کے جو فائدے حضرت مولانا علی میاںؒ نے گنائے، ان کو پڑھ کر اور مرحومہ کی عبادت، زہد وتقویٰ، علم وفقہ اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کی سیرت کو جیسے جذب کرلیا تھا۔ اس کتاب سے ہر مسلم خاتون کو فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ کتاب میں بطور ضمیمہ مولف کتاب کی والدہ سیدہ امامہ حسنی مرحوم کے حالات بھی ہیں۔ یہ رسالہ رضوان کی ادارت اور امۃ اللہ تسنیم مرحومہ کی تربیت میں رہیں، حسن اخلاق میں ان کی مثال دی جاتی۔ لائق مولف کی سعادت ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ کے ذکر سے احسان شناسی کا فریضہ ادا کیا۔ اس کے لیے مولف جو خود مرحومہ کی تربیت کی ایک عمدہ مثال ہیں، مبارک باد اور شکریہ کے لائق ہیں۔

فکوا العانی: از ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، صفحات ۱۷۶، قیمت: ۱۰۰/روپے، پتہ: شعور حق، ایم۔ ۷،

۲۱/۶،خلیل اللہ مسجد، بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی۔

ڈاکٹر شاہد بدر ہندوستانی مسلمانوں بلکہ امت مسلمہ کے ایک بڑے طبقہ میں غیر معروف نہیں۔ وہ اس وقت بھی غیر معروف نہیں تھے جب وہ برسوں پہلے حق گوئی اور حق پرستی کی پاداش میں باطل وسرکش اقتدار کے ہاتھوں زندانی بنے۔ اور پھر قفس میں جو بیتی، اس کا اثر یہ ہوا کہ نوجوان جسم دیکھتے دیکھتے خمیدہ کمر والے کسی معمر جسم میں بدل گیا، معاملہ صرف ظاہری جسم کا نہیں تھا، روح پر کیسے کیسے تازیانے لگتے رہے۔ دو سال تک تو وہ بیوی بچوں کی جھلک تک نہ دیکھ سکے۔ بیوی کو کینسر کی جان لیوا بیماری لگی، معصوم بچوں کو ایک شکستہ جسم و جاں کے سپرد کرکے وہ رخصت ہوئیں۔ ایک بے گناہ زندانی کی عجیب سزا، لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ قفس کا در جب وا ہوا تو زندانی پوری سرخ روئی سے سامنے آیا۔ اس نے بتایا کہ اسیری بلا نہیں یہ اس وقت اور اعتبار افزا ہوجاتی ہے جب اس کی فطرت بلند ہوتی ہے۔ یہ مرتبہ بلند ہر کسی کے نصیب میں نہیں۔ اس کتاب میں اگرچہ بے گناہ اور معصوم مسلمان اسیروں اور ان کی اسیری کی ایک لہو رنگ تصویر پیش کرنا مقصد ہے لیکن اسلام میں قیدیوں کے متعلق احکام اور ان سے معاملہ کے اسلامی اصول بھی اس طرح پیش کیے گئے ہیں، جن سے آج کے نام نہاد ترقی یافتہ اور درحقیقت وحشی نہاد حاکموں کو آئینہ دکھایا جاسکے۔ ان کے مظالم کو مصنف نے اوروں کی زبان میں جس طرح بیان کیا ہے وہ دراصل ان کی ہی اپنی کہانی ہے۔ آپ بیتی کو جگ بیتی کرنے میں اس خون دل کو کیا کہا جائے، جس سے یہ داستان رقم کی گئی۔ سینکڑوں بے گناہ مسلمان نوجوان آج کیسے تختہ مشق ستم ہیں، اس کی ایک جھلک بس اس کتاب میں آگئی ہے اور دل کو تڑپانے کے لیے یہ کم نہیں۔ کتاب کا نام ایک حدیث شریف سے ماخوذ ہے یعنی قیدیوں کو چھڑانے کا فرمان نبویؐ ہے۔ کتنی حدیثیں آج بھی پڑھی اور سنی سنائی جاتی ہیں لیکن صحیح بخاری کی اس حدیث کو زندہ کیا اس کتاب نے۔ کاش اس فرمان نبویؐ پر کسی درجہ عمل ہوسکے۔ کتاب کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ اسیران بلا کے لیے حوصلہ، ان کے اہل خانہ کے لیے تسکین کا اور امت کے لیے بیداری کے کسی لمحہ کا سامان بن جائے۔

ع۔ص

رسید موصولہ کتب

(۱) آفاق (شعری مجموعہ): مفید قنوجی، نوری مارکیٹ، سرائے میرہ (قنوج)۔

قیمت=/۲۰۰روپے

(۲) تذکرہ سخن وران بڑودہ: ظہیر صبا قادری، ۵، ۱۳۱/میمن کالونی، آجوا روڈ، بڑودہ گجرات۔

قیمت=/۳۰۰روپے

(۳) رثائی ادب کے چند پہلو: وسیم حیدر ہاشمی، ۱۰/۴۳، B، سوالہ، وارانسی۔

قیمت=/۱۴۳روپے

(۴) سخنوران اعظم گڑھ (حصہ اول الف): قمرالزماں مبارک پوری، انصاری بک ڈپو، بڑی ارجنٹی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

قیمت=/۵۵۰روپے

(۵) شعاع: عبیدالرحمن سنبھوی، مکان نمبر ۲۱/۱ پور بازار، اورنگ آباد، مئو (یوپی)۔

قیمت=/۱۰۰روپے

(۶) طب یونانی روایت اور امکانات: ڈاکٹر نازش احتشام اعظمی، اصلاحی ہیلتھ کیئر فاؤنڈیشن، نئی دہلی۔

قیمت=/۱۰۰روپے

(۷) عروض پنگل و خلیل سخن طرازی عروض و اردو ہندی شاعری کا عروضی تقابلی مطالعہ: کندن لال کندن، مکتبہ جامعہ، جامع مسجد، دہلی۔

قیمت=/۳۰۰روپے

(۸) قرآنی مقالات: پروفیسر مقصود احمد، آمرین بک ایجنسی، ۱۰۰/ بلاک ۸، میونسپل کواٹرس، نزد کانچ کی مسجد، جمال پور احمد آباد، گجرات۔

قیمت=/۱۲۰روپے

(۹) لفظوں کی مسیحائی: ڈاکٹر اعظم، ۱۹۳/۱، پنچ وٹی کالونی، ایر پورٹ روڈ، بھوپال۔

قیمت=/۲۰۰روپے

(۱۰) وہاب نامہ: وقار مانوی، ۱۶۸۱، گلی تخت والی، سوئی والان، دریا گنج، نئی دہلی۔

قیمت=/۳۰۰روپے

تصانیف علامہ شبلی نعمانیؒ

کتاب	قیمت
سیرۃ النبیؐ جلد اول و دوم (یادگار ایڈیشن)	2000/-
سیرۃ النبیؐ	
(خاص ایڈیشن مکمل سیٹ ۷ جلدیں)	2200/-
علامہ شبلی و سید سلیمان ندوی	
مقدمہ سیرۃ النبیؐ	30/-
الفاروق	300/-
الغزالی	200/-
المامون	100/-
سیرۃ النعمان	300/-
سوانح مولانا روم	80/-
شعر العجم اول	150/-
شعر العجم دوم	130/-
شعر العجم سوم	125/-
شعر العجم چہارم	150/-
شعر العجم پنجم	120/-
الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی	350/-
(محقق ایڈیشن) تحقیق: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی	
الکلام	230/-
علم الکلام	180/-

کتاب		قیمت
موازنہ انیس و دبیر		100/-
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر		85/-
سفرنامہ روم و مصر و شام		100/-
کلیات شبلی (اردو)		180/-
کلیات شبلی (فارسی)		45/-
مقالات شبلی اول (مذہبی)		100/-
مرتبہ: سید سلیمان ندوی		
مقالات شبلی دوم (ادبی)	〃	70/-
مقالات شبلی سوم (تعلیمی)	〃	80/-
مقالات شبلی چہارم (تنقیدی)	〃	200/-
مقالات شبلی پنجم (سوانحی)	〃	150/-
مقالات شبلی ششم (تاریخی)	〃	90/-
مقالات شبلی ہفتم (فلسفیانہ)	〃	100/-
مقالات شبلی ہشتم (قومی و اخباری)	〃	110/-
خطبات شبلی	مرتبہ: عبد السلام ندوی	80/-
انتخابات شبلی	مرتبہ: سید سلیمان ندوی	45/-
مکاتیب شبلی اول	〃	150/-
مکاتیب شبلی دوم	〃	190/-
شذرات شبلی	مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	220/-

ISSN 0974 - 7346 MA'ARIF (URDU) -PRINT
JULY 2015 Vol- 196 (1)
RNI. 13667/57 **MA'ARIF** AZM/NP- 43/016
Monthly Journal of
DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY
P.O.Box No: 19, Shibli Road, AZAMGARH, 276001 U.P. (INDIA)
Email: shibli_academy@rediffmail.com, info@shibliacademy.org
Website: www.shibliacademy.org Fax No: 05462 - 265080
Bank Name: Punjab National Bank - Heerapatti, Azamgarh
Account No: 4761005500000051 - IFSC No: PUNB0476100
(Office Mobile) 07607046300 / 09170060782

تصانیف ومطبوعات شبلی صدی تقریبات

۱۔	سیرۃ النبیؐ جلد اول و دوم (یادگار ایڈیشن)		علامہ شبلی نعمانی	2000/-
۲۔	شبلی کی آپ بیتی		ڈاکٹر خالد ندیم	325/-
۳۔	دارالمصنّفین کے سو سال		کلیم صفات اصلاحی	350/-
۴۔	شذرات شبلی (الندوہ کے شذرات)		مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	220/-
۵۔	الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی		علامہ شبلی نعمانی تحقیق: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی	350/-
۶۔	محمد شبلی لائف اینڈ کنٹری بیوشنس		ڈاکٹر جاوید علی خاں	230/-
۷۔	سیرت عائشہ	(ہندی ترجمہ)	علامہ سید سلیمان ندوی	325/-
۸۔	عرب و ہند کے تعلقات	(ہندی ترجمہ)	// //	200/-
۹۔	خطبات مدراس	(ہندی ترجمہ)	// //	125/-
۱۰۔	دین رحمت	(ہندی ترجمہ)	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی	200/-
۱۱۔	ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری، اول	(ہندی ترجمہ)	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	125/-
۱۲۔	ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری، دوم	(ہندی ترجمہ)	// //	180/-
۱۳۔	ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری، سوم	(ہندی ترجمہ)	// //	225/-